لکھنؤ
تعمیرِ حیات
پندرہ روزہ

اصل معاملہ دل کا ہے

اگر انسان کی فطرت ہی کچھ ایسی ہو گئی ہے کہ اس کی پیاس شربت سے نہیں بجھتی، دودھ سے نہیں بجھتی (جس کو اللہ نے لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِيْنَ کہا ہے) اس کی پیاس ٹھنڈے میٹھے پانی سے نہیں بجھتی (جس کو قرآن مَاءً فُرَاتًا کہتا ہے) اس کی پیاس دجلہ و فرات کے پانی سے نہیں بجھتی بلکہ اس کی پیاس انسان کے خون سے بجھتی ہے، ایسی حالت میں اگر یہ چاند اور دوسرے سیارے جن تک پہونچنے اور وہاں کی آب و ہوا اور وہاں کی سطح اپنے مناسب بنانے میں انسان اپنی ساری توانائیاں صرف کر رہا ہے، یہ چاند مریخ اور دوسرے سیارے زمین پر اتر آئیں، انسان کے قدموں کے نیچے آجائیں اور یہ ساری دنیا جنت کا نمونہ بنا دی جائے، لیکن انسان کے دل کی کھیتی خراب رہے اور اس سے خیر پیدا کرنے کی صلاحیت جاتی رہی تو یاد رکھو انسان کی تقدیر میں تباہی ہی تباہی لکھی ہوئی ہے، اس کی حالت کبھی سدھر نہیں سکتی اور یہ دنیا انسانوں ہی کے ہاتھوں پھر جہنم کدہ بن جائے گی۔

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ
(از:- مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں ص ۱۴۱)

۱۰ جون سنہ ۲۰۰۰ء | سالانہ ۱۳۶ روپے | فی شمارہ ۶ روپے

Regd. No. LW / NP/ 63
Fax No.: (0522)330020
FORTNIGHTLY
Principal off : 372336
Guest House : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)
Rs. 6/-

سرزمین راجستھان سے اردو اور انگریزی میں شائع ہونے والے
دو عظیم الشان ماہنامے
جامعۃ الہدایہ جے پور کے ترجمان
دعوت و اصلاح کے علمبردار، تعلیم و تربیت کے نقیب اور ارشاد و تزکیہ نفس کے داعی
AL-HIDAYAH Monthly اور ماہنامہ ہدایت
جن کا نصب العین ہے: ○ شاندار ماضی سے واقفیت
○ حال سے آگہی و ملت کو درپیش چیلنجوں کی نشاندہی
○ روشن مستقبل کے تعمیر کی فکر
آیئے! اس مشن کو آگے بڑھانے میں اپنا گرانقدر تعاون دیجئے
شرح خریداری
ماہنامہ ہدایت: اندرونِ ملک سالانہ: ۱۲۰ روپے، فی شمارہ: ۱۰ روپے، لائف ممبر شپ: ۵۰۰۰ روپے
AL-HIDAYAH Monthly: اندرونِ ملک سالانہ: ۱۲۰ روپے، فی شمارہ: ۱۰ روپے، لائف ممبر شپ: ۵۰۰۰ روپے
چیک یا ڈرافٹ بر صرف MOVEMENT COMMUNICATIONS PVT. LTD. بھیجیں
خط و کتابت کا پتہ: 1517, Khejra ka Rasta, Near Indira Bazar, Opp. Hidayat Masjid, Post Box 35, Jaipur-302001 Phone No. (Office) 312386, 319935, Fax:0091-141-311247, E-mail:Jamea@datainfosys.net

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش
سونے چاندی کے زیورات کیلئے
ہمارا نیا شوروم
گہنہ پیلس
حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں
ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ
فون نمبر ۲۶۰۴۳۳ - ۲۲۲۹۴۶

بطینا
قبض اور گیس کی کامیاب دوا
• قبض، گیس، بھوک نہ لگنا۔
• جلن، گرانی اور دیگر خرابیوں کیلئے
• بیحد مفید چورن۔
استعمال کریں، آرام پائیں۔

HASANI PHARMACY
117/41 . Gwyne Road,
Lucknow - 226018, Ph. 202677
حسنی فارمیسی کی ایجنسی کے لئے رابطہ قائم کریں

کیپ کے اوپر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیے
مئو کا بنا
نورانی تیل
درد، زخم، چوٹ، کٹنے جلنے کی مشہور دوا
انڈین کیمیکل کمپنی، مئو ناتھ بھنجن (یوپی)

چشمہ ساگر
جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔
AUTO REFRCCTO METER AR-860
فوٹوکرامک، کوٹیڈ لینس، ہائی انڈیکس ریزی لینس، فینسی ورڈ دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔
ایک بار خدمت کا موقع دیں
آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)
شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Majlis Sahafat- Wa- Nashriat, Nadwatul Ulama at Parekh offset Press, Tagore Marg, Lucknow - U. P.
Editor: *Shamsul Haq Nadwi* .

درس حدیث

تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں پیش آنے والی مناسبت سے فائدہ اٹھانا

تحریر:۔ شیخ عبد الفتاح ابوغدہؒ
ترجمہ:۔ شمس الحق ندوی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سامنے آجانے والے واقعہ سے ربط قائم کرکے جو چیز آپ سمجھانا چاہتے تھے، اور جو علم لوگوں کو سکھانا اور عام کرنا چاہتے تھے اس کو غنیمت جان کر لوگوں کو اس طرح تعلیم دیتے کہ دل ودماغ میں اتر جائے۔

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے کسی گاؤں سے آتے ہوئے بازار سے گذرے آپ کے دائیں بائیں صحابۂ کرام تھے، اس اثنا میں آپ کا گذر چھوٹے چھوٹے کانوں والے بکری کے ایک مردار بچے کے پاس سے ہوا، آپؐ نے اس کو یا دونوں کان پکڑے پھر فرمایا، تم میں سے اس کو ایک درہم میں کوئی خریدے گا؟ صحابۂ کرام نے کہا درہم کیا ہم تو کچھ بھی دے کر اس کو نہ خریدیں گے ہم اس کو لے کر کریں گے کیا؟ آپؐ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تم کو مل جائے؟ صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا اگر یہ زندہ ہوتا تب بھی اس کے کان کا چھوٹا ہونا عیب تھا تو مردہ ہونے کی صورت میں کیا خریدیں گے؟ آپؐ نے فرمایا خدا کی قسم اللہ کے نزدیک دنیا تمہارے لئے اس سے بھی کم قیمت ہے"۔

مسلم وبخاری نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدی آئے، اچانک قیدیوں میں ایک عورت بھاگتی دوڑتی نظر آئی اس کے دونوں پستان دودھ سے بھرے ہوئے تھے، اتنے میں اس کو قیدیوں میں ایک بچہ مل گیا جو اسی کا تھا، اس عورت نے اس کو اٹھالیا، سینے سے چمٹا لیا اور اس کو دودھ پلایا (یہ منظر دیکھ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ تصور کر سکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈالنے پر آمادہ ہوسکتی، ہم لوگوں نے عرض کیا اللہ کے رسولؐ اپنے بس بھر ایسا نہیں کرسکتی، تب آپ نے فرمایا تو یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس ماں سے کہیں زیادہ مہربان ہے"۔

(اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں، اس حدیث میں یہ مثال محض تقریب فہم کے لئے ہے اس لئے کہ عقل انسانی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچے کے گم ہوجانے کی اس بے قراری اور پھر اس کے مل جانے پر جھپٹ کر سینے سے لگالینے اور دودھ پلانے کے منظر کو مثال کے طور پر بیان کرکے اللہ تعالیٰ کی رحمت بے کراں کو یاد دلایا تاکہ یہ واضح فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اول اول نہیں بیان فرمایا بلکہ اس موثر اور دل کو گداز کرنے والے منظر کو دکھا کر اللہ کی رحمت کا ذکر فرمایا، یہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اور اپنی مخلوق کے ساتھ لطف وکرم کی کھلی ہوئی آنکھوں دیکھی مثال تھی جس سے اس کی رحمت دل میں جاگزیں ہوجائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے "وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ" (بقرہ، ۲۰۷) خدا بندوں پر بہت مہربان ہے۔

بخاریؒ نے جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ "ایک رات ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے یکایک چودھویں کے چاند کی طرف دیکھا پھر فرمایا: تم لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو، کوئی بھیڑ بھاڑ اور ازدحام نہ ہوگا، جہاں تک ہوسکے فجر وعصر کی نماز میں تساہلی نہ برتو، پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی "وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ" (ق۔ ۳۹) اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کے چاند دیکھنے کو غنیمت سمجھا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار کو بآسانی سمجھا دیا۔ جنت میں بھی مومنین اسی آسانی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔

روشنی روشنی روشنی

تابش مہدی

جب حرا سے چلی آخری روشنی
ہر طرف پھیلتی ہی گئی روشنی
آپؐ شمس الضحیٰ آپ بدر الدجیٰ
آپؐ نے سارے عالم کو دی روشنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ روزہ
تعمیر حیات
لکھنؤ
مجلس صحافت ونشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۷ — شمارہ نمبر ۱۵

۱۰ر جون ۲۰۰۰ء — مطابق:۔ ۷ر ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

زیر نگرانی
- مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
- مولانا عبد اللہ عباس ندوی
- پروفیسر وصی احمد صدیقی

مدیر مسئول
شمس الحق ندوی

مجلس ادارت
مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبد اللہ حسنی ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ ۱۳۰/ روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

زر تعاون

سالانہ	۱۳۰/ روپے
فی شمارہ	۶/ روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک	
ایشیائی، یورپ، افریقی وامریکی ممالک	۳۰ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک	
بحری ڈاک جملہ	۱۵ ڈالر

خط وکتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر ۹۳
ندوۃ العلماء لکھنؤ، ۲۲۶۰۰۷ یوپی
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

گذارش

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ (منیجر)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے ندیم آفسیٹ میں طبع کراکے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

اس شمارے میں

١	درس حدیث	شیخ عبد الفتاح ابوغدہؒ	٢
٢	امت مسلمہ اپنی ذمہ داری سنبھالے (اداریہ)	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	٥
٣	امت مسلمہ کا مستقبل	حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ	٨
٤	ترکی میں قرآن کی توہین پر عذاب الٰہی	ماخوذ	١٠
٥	امانتِ ربانی کا امین کامل	مولانا عبد الماجد دریا بادیؒ	١١
٦	حضرت مولاناؒ خطوط اور دعاؤں کی روشنی میں	مولانا سید واضح رشید ندوی	١٤
٧	اسلام کے خلاف خفیہ منصوبوں کی کہانی	شریفا کارلو الاندلوسیا	١٩
٨	جامع الکمالات شخصیت کی یاد میں	مولانا محمد حنیف ملی	٢٢
٩	اقبال کا تصور توحید۔	محمد لطیف میر	٢٤
١٠	عالمی خبریں	سعید اشرف ندوی	٢٧
١١	مطالعہ کی میز پر	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	٢٨
١٢	سوال و جواب	محمد طارق ندوی	٢٩
١٣	حضرت مولاناؒ پر کلکتہ میں سمپوزیم	(ادارہ)	٣٠

شرائط ایجنسی

١۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
٢۔ فی کاپی Rs. 15/= کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
٣۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

١۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ Rs. 30/=
٢۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ Rs. 40/=
٣۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
٤۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔
٥۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم سنٹی میٹر =/٩٥

بیرون ملک نمائندے

Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P.O. Box No. 842, Madina Munawwara (K.S.A.)	مدینہ منورہ
Mr. M. AKRAM NADWI O.C.I.S., St. Cross College, Oxford Ox1 3TU-U.K.	برطانیہ
Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P.O Box 388, Vereninging,(S. Africa)	ساؤتھ افریقہ
Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P.O Box No. 10894, DOHA-QATAR	قطر
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P.O. Box No. 12525, DUBAI (U.A.E.) P.H. No: – 3970927	دبئی
Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H. No. 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)	پاکستان
Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 98-Conklin Ave, Woodmere NEW YORK 11598 (U.S.A.)	امریکہ

Internet Wed-site: http://nadwa.virtualave.net
e-mail address: airp@lw1.vsnl.net.in

اداریہ

(مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی)

امتِ مسلمہ اپنی ذمہ داری کو سنبھالے

امتِ اسلامیہ کو دیگر امتوں کے درمیان یہ امتیاز عطا کیا گیا ہے کہ اس کا مقصد حیات خود اسی کے دائرے میں محدود نہیں رکھا گیا ہے بلکہ اس کو دیگر امتوں کے مفاد و خیر خواہی کی ذمہ داری بھی سپرد کی گئی ہے اور اس کے اس عالمی اور آفاقی کام میں اس کو حاکم کا مقام ہی نہیں بلکہ اصلاً معلم اور نگراں کا مقام دیا گیا ہے، یہی اس کے خیر امت ہونے کا سبب ہے۔ اور اس امت نے جب جب اپنے اس مقام کے مطابق کام کیا ہے اس کے نتائج خود اس کی عظمت و برتری اور کامیابی کی شکل میں نکلے ہیں اور دوسری امتوں کو بھی بیش بہا فائدہ پہونچا ہے۔ ان کو انسانیت اور اعلیٰ اقدار کی تشکیل میں مدد ملی ہے۔ اسلام کے آنے سے قبل دنیا کی متعدد قوموں نے مادی اور تمدنی ترقیات کے بام عروج تک پہونچنے کے باوجود انسانی کردار اور جذبۂ رحم و ہمدردی کے لحاظ سے نہایت فقر و افلاس کے نمونے پیش کئے تھے، غلاموں اور محکوموں کے ساتھ جانوروں کی طرح معاملہ روا رکھا تھا، عورت کی عزت و حرمت کا استحصال نہایت بے دردی کے ساتھ کیا جاتا تھا، دولتمندی کی حالت میں انتہائی مسرفانہ اور ظالمانہ طرز اختیار کرنے کا معمول تھا۔ دولت مند اور غریب کے درمیان اور حاکم و محکوم کے درمیان اور معزز خاندان اور پست سمجھے جانے والے خاندان کے درمیان زبردست دوری کا معاملہ کیا جاتا تھا۔ لیکن جب امت اسلامیہ کے افراد نے اسلامی تعلیمات کو اپنی زندگیوں کے ذریعہ پیش کیا، تو دیگر قوموں کے بہت سے افراد نے اس سے متاثر ہو کر امت اسلامیہ کے حلقہ میں اپنے کو شامل کیا، اور اسلام کی اعلیٰ اقدار کو اپنایا۔ اور جن قوموں نے اسلام کو پوری طرح اختیار نہیں کیا انھوں نے بھی اسلامی اقدار سے متاثر ہو کر اس کی متعدد صفات کو اپنایا اور اپنے اطوار و صفات میں کسی نہ کسی حد تک اصلاح کی، متحدہ اقوام کے چارٹر نے حالیہ صدی میں انسانوں کی مساوات، انسانی عزت کا احترام کرنے کو اپنے چارٹر میں شامل کیا ہے۔ جب کہ آج سے تقریباً پندرہ صدی قبل نبی اسلام نے عالمی اجتماع میں اس کا بہت واضح طریقہ سے اعلان کیا تھا کہ لوگو! تم سب ایک ہی شخص یعنی آدم کی اولاد ہو، لہٰذا تم سب برابر ہو، عرب، عجم، گورے کالے، میں فرق نہیں۔ فرق ہوگا تو کردار و اخلاق کے اچھے اور برے ہونے کا ہوگا۔ جس شخص میں زندگی کی احتیاط اور اپنے مالک و پروردگار کا ڈر زیادہ ہوگا، وہ اس کے مقابلہ میں افضل مانا جائے گا جس میں اس کی کمی ہوگی۔ پھر امت اسلامیہ کے افراد نے اس اعلان پر عمل کر کے دکھایا، جس سے دنیا متاثر ہوئی، اور غلاموں اور غریبوں کو معلوم ہوا کہ وہ بھی انسان ہیں اور انسان ہونے کے ناطے ان کو دوسروں کی طرح عزت اور انسانی زندگی کے سب استحقاقات حاصل ہیں۔

یہ مغربی اقوام جن کو تہذیب و تمدن کے لحاظ سے ... آج اعلیٰ نمونہ سمجھا جاتا ہے، یہ اسلام کے چھ سو سالہ تعلیمی و تہذیبی دور کے اثرات سے قبل بڑی جاہلانہ اور ظالمانہ کردار کی حامل رہی ہیں، ان کے معاشرہ میں غریبوں اور مزدوروں سے جانوروں سے بدتر طریقہ سے معاملہ کیا جاتا تھا انھوں نے اپنے اس نئے عہد میں اپنی بہت اصلاح کی ہے۔ لیکن آج بھی ان کے یہاں گورے کالے میں فرق کیا جاتا ہے۔ اور دولتمندی کے شوق میں غریبوں کا زبردست استحصال کیا جاتا ہے اور محکوم قوموں کو اپنے فائدے کے لئے مساوات انسانی کے متعدد حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اور دولتمندی کے جھوٹے اظہار و تفاخر کے لئے انسانی ضرورت کی اشیاء کو اسراف و فضول خرچی کے ساتھ استعمال بلکہ برباد کیا جاتا ہے۔ جب کہ انسانی آبادی کے دیگر حصوں میں فقر و افلاس سے بے شمار موتیں ہو رہی ہوتی ہیں، موجودہ مغربی تمدن جس نے آج کی دنیا پر اپنا پورا تسلط قائم کر لیا ہے اور اپنی اچھائی اور خوبی کی شہرت حاصل کر لی ہے، اپنے غیر مساویانہ طرز زندگی کے ایسے ایسے نمونے پیش کر رہا ہے جس سے انسانیت کانپ اٹھے، بلند و بالا

وعالی شان محلوں کے زیر سایہ پھوس اور تپتے ہوئے ٹین کے جھوپڑے جو سردیوں میں سرد ہوا کو اور گرمیوں میں لو کے تھپیڑوں کو اور برسات میں چھت کے سوراخوں سے ٹپکتے ہوئے پانی کو نہ روک سکیں، بڑے بڑے شہروں میں دور دور تک پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں، شہر کے گندے پانی کے نالوں کے دو طرفہ جھوپڑے اور خس پوش چھوٹے چھوٹے مکانات، بمبئی اور کلکتہ جیسے عظیم شہروں میں نظر آتے ہیں، اور انھیں کے پڑوس میں صاف و شفاف سڑکوں کے درمیان عالی شان اور راحت و آسائش اور شاہانہ کروفر رکھنے والے محل نظروں کو خیرہ کرتے ہیں اور اشیاء خورد و نوش عام بازار کے نرخ سے دس پندرہ گنا قیمت دے کر فراوانی سے استعمال کی جارہی ہوتی ہیں۔ جب کہ پڑوس کے جھوپڑوں میں پیٹ بھرنے کے لئے دو وقت کا کھانا دشواری سے حاصل ہوتا ہے، اور تن کو ڈھکنے کے لئے صحیح لباس فراہم نہیں ہوتا۔ دولت مند اگر جرم میں ماخوذ ہوتا ہے تو اپنی دولت کے سہارے سزا اور بگڑے محفوظ رہتا ہے اور کمزور و بے سہارا انسان پولیس کی سختی اور استحصال پسندی کا شکار رہتا ہے۔ امریکہ کے نیویارک شہر میں دولت مندوں کی زندگی اعلیٰ ترین سہولتوں اور حفاظتوں کے ساتھ اور عام آدمی کو سر شام گلیوں میں ایک ڈالر دو ڈالر کے نہ دینے پر چاقو اور پستول کا نشانہ بن جانا پڑتا ہے۔

اسلام نے جو ملت قائم کی اس کو یہ سبق دیا گیا کہ دوسروں کی فکر اپنی فکر سے کم نہ ہو۔ دوسروں کی خیر خواہی اپنی ذات کے ساتھ خیر خواہی سے کم نہ ہو۔ اور اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے والی مسلمان سوسائٹی نے تاریخ اسلامی میں اس کے بہت سے نمونے پیش کرکے دکھائے، اور یہ تاریخ اسلامی کے مختلف زمانوں میں ہوتا رہا ہے، امت اسلامیہ نے جب جب اپنی ذمہ داری کو نبھایا اس کی طرف سے ایسے نمونے سامنے آتے رہے اور ان نمونوں نے دنیا کے بہت سے باشندوں کو اسلام کی خوبی اور انسانیت نوازی سے متاثر کیا۔ اور انسانی معاشرہ میں اس کی وجہ سے تبدیلیاں آئیں اس کی مثالیں یورپ کی سوسائٹی میں باوجود اس کی بہت سی اخلاقی و انسانی کمزوریوں کے اور برصغیر کی غیر مسلم سوسائٹی میں بھی باوجود اس کی بہت سی کمزوریوں کے اگر غیر متعصبانہ نظر سے دیکھا جائے تو عیاں دیکھی جاسکتی ہیں۔

لیکن افسوس کی بات ہے کہ خود امت مسلمہ کے افراد نے اپنی ملت کی زندگی میں بار بار اسلامی اعلیٰ اقدار کو ترک کرکے دنیا میں رائج چمک دمک والی باتوں کو اختیار کیا جس سے اسلام اور ملت اسلامیہ کی شہرت کو بھی نقصان پہونچا اور دوسری ملتوں کو اسلام سے جو خوبیاں مل سکتی ہیں وہ بھی ان کو حاصل نہیں ہورہی ہیں اور اس وقت ملت اسلامیہ کے اکثر افراد جو دراصل مغربی تعلیمی نظام کے پروردہ ہیں ملت اسلامیہ کی اعلیٰ قدروں والی زندگی سے دور نظر آتے ہیں۔ ان میں وہ متعدد خرابیاں در آئی ہیں جو ان کے اعلیٰ ملی مقام کے برخلاف ہیں، اس سے غیر مسلم سوسائٹی کو اسلام کا غلط پیغام مل رہا ہے اور درستگی اور انسانیت نوازی کی صفت سے ان کی دوری صاف محسوس کی جارہی ہے۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کو اپنی کوتاہی کو محسوس کرنا چاہئے اور اپنی اصلاح کرنا چاہئے، دراصل دنیا میں اور ہمارے ملک میں بھی حالات کو بہتر بنانے میں کوتاہی کرنے کی ذمہ داری مسلمانوں پر بھی عائد ہوتی ہے۔ یہ اس طرح کہ انھوں نے اسلام کی ہمدردانہ و رہبرانہ خصوصیت کو مسلمانوں کی بڑی تعداد نے اس طرح نظر انداز کردیا ہے کہ وہ دوسروں کو اچھی صفات کیا بتاتے وہ خود انسانیت کے دلنواز اور اثر انگیز نمونے پیش کرنے سے قاصر ثابت ہورہے ہیں، ایسے نمونے جو غیروں کے دلوں کو کھینچنے والے ہوں اور اسلام کے خیر پسند اور انسانیت نواز پہلو کو ظاہر کرنے والے ہوں۔ اس صورت حال کی عمومی وجہیں دو ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہماری مسلمان نسلیں ایسے تعلیمی و تربیتی نظام سے گزرتی ہیں جو خدا بیزار اور آخرت فراموش بنانے والا ہے اور یہ اس لئے ہورہا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے چھ سو سالہ تعلیمی عروج کے بعد تعلیم جیسے اہم معاملہ میں بے توجہی سے کام لینا شروع کیا۔ جبکہ مغربی قوموں نے مسلمانوں کی تعلیمی برتری دیکھ کر اس سے سبق لیا اور تعلیم پر توجہ بڑھائی جس کے نتیجہ میں صرف چند سو سال میں وہ بہت آگے بڑھ گئیں اور مسلمان پیچھے چلے گئے۔ اور اب مسلمانوں کو انہی کے دسترخوان پر خوشہ چینی کرنی پڑی، تعلیم صرف علم ہی نہیں دیتی بلکہ وہ اخلاق و کردار اور ذہنیت اور نقطہ نظر بنانے کا بھی کام کرتی ہے۔ وہ طالب علم کو معلم کے سانچہ میں ڈھالتی ہے، چنانچہ خدا بیزار اور آخرت فراموش معلم سے استفادہ کرکے طالب علم خدا بیزار اور آخرت فراموش بنتا ہے۔ آج ساری دنیا پر مغربی قوموں کا جو اثر ہے اور ان کا جو رنگ چڑھا ہے وہ علم کی مختلف شاخوں سے واقف تو کرادیتا ہے جس سے انسان کی مادی زندگی میں ترقی و خوشحالی آتی ہے لیکن اخلاق و کردار میں وہ انسانیت نواز اور انسانوں کا خیر خواہ صحیح طور پر نہیں بناتا یہ دراصل ان کے معلمین اور نظام تعلیم ہی کا نتیجہ ہے۔ مسلمان جب تک تعلیم کو اپنی ملت کی اعلیٰ قدروں اور خدا کے بھیجے ہوئے نظام زندگی کے لائق قدروں کے مطابق نہیں بنائیں گے ملت اس سانچہ میں نہیں ڈھل سکتی جو اس کو خدا کی طرف

سے اس کے رسولؐ نے دیا ہے۔ آخرت فراموش اصول و ذہن تمام تر توجہ اسی دنیاوی ترقی اور وجاہت اور خود غرضی کا دلدادہ بنائے گا جس میں آدمی کو صرف اپنی ذات کی فکر ہوتی ہے دوسرے کی نہیں ہوتی۔ ایسی تعلیم کا دنیاوی و مادی فائدہ جو ہے اور قوموں کی مادی ترقی جس قدر ہوتی ہے اور اس کے لئے اس کی تعلیم کی جو ضرورت ہے اس سے انکار نہیں لیکن اسی کے ساتھ انسان کو انسان بنانے کا نظم بھی تعلیمی نظام کا جزء ہونا چاہئے۔

موجودہ مسلمانوں کی یہ بہت بڑی ضرورت ہے کہ ان کے تعلیمی و تربیتی نظام کو مضبوط بنایا جائے اور اس کو تمام افراد ملت اسلامیہ میں عام کیا جائے لیکن ان کے نظام تعلیم کو امت اسلامیہ کے اعلیٰ مقاصد و کردار کے لحاظ سے تشکیل دیا جائے۔ تاکہ نئی نسل موجودہ برسر عمل نسل کی جگہ لے تو وہ ان خصوصیات سے آراستہ ہو جو اس کو ساری انسانیت کی خیر خواہ اور قائدانہ کردار رکھنے والی اور کام و مقام کے لحاظ سے نمونہ کی امت بنا سکیں۔

سید ابوالحسن علی ندویؒ کی کیا مثال

● رباب رشیدی

اے چشم تر ابکون کی کیا گفتگو کریں
کس کے حضور آج تجھے رو برو کریں

سید ابوالحسن علی ندویؒ کی کیا مثال
"دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں"

دانشوری بھی جن کی حضوری میں سر بہ خم
لفظوں کو وہ چھوئیں تو انھیں مشک و بو کریں

علم و عمل میں قوس قزح جیسی کیفیت
اب جستجو کریں بھی تو کیا جستجو کریں

آداب زندگی کو شریعت میں ڈھال کر
جو بات بھی کریں اسے با آبرو کریں

اک "صاحب نظر" نے بجا طور پر کہا
اُن سا نہیں۔ تلاش اگر چار سو کریں

محدود ساعتیں ہی گزاری ہیں ان کے پاس
وہ ساعتیں ہی چاک نظر کو رفو کریں

نسبت اگر ہے اُن سے تو ایسے ہوں اپنے کام
ماحول کائنات کو تو رنگ و بو کریں

اُن کا پیام خیر تقاضا ہے وقت کا
اپنا یہ فرض عام اسے کُو بہ کُو کریں

افکار کے اُجالے تو محفوظ کر گئے
پھر بے قرار دل کو عبث ہم لہو کریں

اللہ کے کرم کی کوئی انتہا نہیں
مایوس کیوں ہوں کس لئے ہم ہائے ہو کریں

ملت کا پاسباں کوئی پھر آئے گا رباب
لازم یہی ہے خود کو بھی ہم قبلہ رو کریں

(بقیہ)

جامع الکمالات شخصیت کی یاد میں

رکن تھے، ایک بہت بڑا کارنامہ رابطہ ادب اسلامی کا قیام بھی جس میں مولانا نے عرب و ہند کے علماء کو اکٹھا کیا اور سمینار سال میں ایک مرتبہ کبھی ہندوستان میں کبھی بیرون ممالک میں ہوتا رہا۔ اس راقم کو اس میں شرکت کا اور مقالہ پڑھنے کا بارہا موقع نصیب ہوا ہے۔ غرض کوئی ایک وصف ہو تو اسے تحریر کیا جائے۔ اب مولانا اس شعر کی مثال بن گئے ہیں ؎

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لیکر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رُخ زیبا لیکر

مولانا کی سرگرمی کا ایک میدان ردِّ قادیانیت بھی رہا ہے، مولانا نے اپنے اساتذہ اور علماء سے قادیانیت کے خلاف مقالے بھی لکھائے اور ان کا کتابچہ "القادنیۃ والقادیانی" بہت مقبول ہے جو پہلی بار بیداری پریس مالیگاؤں سے شائع ہوا۔ اسی ضرورت کے پیش نظر ردِّ قادیانیت کے لئے مستقل شعبہ قائم کیا تاکہ ایسے علماء پیدا ہوتے رہیں جو قادیانیت کا ہر محاذ پر جواب دے سکیں۔ پچھلے دنوں جب قادیانیت نے سر اٹھایا تو اس کو کچلنے کے لئے ندوہ میں ردِّ قادیانیت پر ایک عالمی کانفرنس طلب کی جس میں دنیا بھر کے علماء نے شرکت کی۔ اور اتفاق رائے سے قادیانیوں کو اسلام سے خارج قرار دیا۔ یہ وہ تاریخی کانفرنس تھی جس میں امام حرم، امام مسجد اقصیٰ جیسے علماء عرب نے شرکت کی، جس کی پوری دنیا کے اخبارات میں گونج سنی گئی اس تاریخی کانفرنس میں یہ راقم بھی شریک تھا۔ ابھی پچھلے برسوں میں ملی کونسل کی سرپرستی میں جو اجتماع دلی میں ہوا۔ اس کی صدارت بھی مولانا نے فرمائی۔ اور پوری جرأت سے حکومت کو یاد دلایا کہ پچاس سال گذر جانے کے بعد مسلمانوں کی حق تلفی اور محرومی کا سلسلہ ختم نہیں ہوا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اب ہمیں آزادی کیلئے دوسرا میدان سر کرنا ہے۔ یہ اجلاس سرنگاپٹنم اور سراج الدولہ کی قیام سے پورے ملک کا دورہ کرتے ہوئے دلی پہنچا تھا ان گوناگوں میدان میں مولانا تاحیات سرگرم رہے ابھی اس ملک کو ان کی سخت ضرورت تھی مگر قضا و قدر کے مطابق فان ما کنا نحذر قد وقع کا اندیشہ سچ نکلا اور مولانا اللہ کے حضور ملت اسلامیہ کو روتا ہوا چھوڑ گئے۔

اُمتِ مُسلمہ کا مستقبل انبیاء کی سیرت سے وابستہ

● حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ۔

انبیاء کی دعوت پر ایمان یا پھر ہلاکت وتباہی

انبیاء کی سیرت جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کبھی تفصیل اور کبھی اجمال کے ساتھ بیان کیا ہے اور بہ تکرار اس کا ذکر کیا ہے، اس کے درمیان ایک ایسا متفقہ نقطہ پایا جاتا ہے جس میں کبھی اختلاف نہیں ہوتا، اور وہ ہے، ان کا تمام رکاوٹوں کے باوجود کامیاب، اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں کامران ہونا، اور اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں یا تو یہ مخالفین ایمان لے آتے اور ان کی دعوت قبول کر لیتے، اور اس کے مخلص فدائی بن جاتے ہیں یا پھر ہلاک اور تباہ و برباد کر دیئے جاتے ہیں۔

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الانعام: ۴۵)

پھر کٹ گئی جڑ ظالموں کی اور سب تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔

انفرادی اور قومی مصالح کی کوئی قیمت نہیں

جو دعوت انسانیت کی سعادت و نجات کا مدار ہے، اس کی عند اللہ یہ قیمت ہے کہ اس کے لئے نوامیس فطرت اور قوانین قدرت بھی توڑ دیئے جاتے ہیں، اور اس کے لئے وہ کچھ کیا جاتا ہے، جس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور فردی و اجتماعی مصلحتیں یا سیادت و غلبہ کی خواہش اور وہ بے معنی قیادتیں جو نہ خیر کو اٹھاتیں اور نہ شر کو گراتی ہیں، اور ان سے اسلام و انسانیت کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اور ان کا شر و فساد اور کفر و فسق کی طاقتوں سے کوئی جھگڑا نہیں، ان کی ساری دوڑ دھوپ اور لڑائی اس کے لئے ہوتی ہے کہ ہونے والے تمام گناہ اور فساد ان کی نگرانی، سرپرستی اور ان کے سایۂ اقتدار میں ہوں جن کا فائدہ انھیں پہونچے تو ایسی انفرادی و اجتماعی کوششوں کی اللہ کے یہاں کوئی قیمت اور مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت نہیں، اور اللہ کو اس کی کچھ پروا نہیں کہ وہ کس وادی میں مرتی اور کون سا دشمن ان پر غلبہ پاتا ہے، اور ان کا خاتمہ ایسی ہی کوششوں کے مقابلے میں سرکش و جابر اور بے رحم بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوتی اور ایسے مشکلات و مسائل سامنے آجاتے ہیں جن کی ابتدا و انتہا معلوم نہیں ہوتی۔

ایک پھیلا ہوا غلط خیال

آج مسلم قوموں اور عالم اسلامی میں یہ خیال مقبول و مروج ہے اور اس پر سب کا ایمان راسخ ہے کہ سیرت و اخلاق کے مقابلے میں مادی طاقت ہی فیصلہ کن میزان اور معیار ہے، بہت سے اچھے اچھے دیندار دل حتیٰ کہ دین کے داعیوں کا بھی یہ نعرہ ہو گیا ہے کہ "مادی طاقت، سب سے پہلے"۔

یہی وہ طریقۂ فکر ہے جس کا ابطال و تردید انبیاء و مرسلین کی سیرت، ان کے ساتھ پیش آنے والے حوادث اور ان کے ہاتھ سے ظاہر ہونے والے عجائب و معجزات، ان پر اللہ کی نصرت، فتح کے انعام اور ان کے دشمنوں سے انتقام میں موجود ہے۔

یہاں ایک بار پھر اپنے رسالہ "ثورۃ فی التفکیر" سے ایک اقتباس مستعار لیتا ہوں۔

"ایک طویل مدت سے ہم اپنی ذات، اپنی قیمت و حیثیت کو دنیا کے نقشہ میں، مادی" طاقت" "صلاحیت" "وسائل" "خام مواد" "ملکی پیداوار" "عددی طاقت" "جنگی پوزیشن" سے تولنے اور ناپنے کے عادی ہو گئے ہیں، اور ہم کہیں اپنا پلڑا بھاری اور کہیں ہلکا پاتے ہیں اور اس سے خوش یا افسردہ ہوتے ہیں۔

ایک عرصے سے مغرب کی قیادت و سیادت پر ہمارا ایمان سا ہو گیا ہے، اور گویا ہم نے مان لیا ہے کہ یہ تقدیر مبرم، امر محکم، اور اٹل قانون ہے جس میں کوئی تبدیلی اور انقلاب نہیں آسکتا اور اس طرح وہ قدیم مثل پھر زندہ ہو گئی کہ "اگر تم سے کہا جائے کہ تاتاریوں نے کہیں شکست کھائی تو کبھی اس کو باور نہ کرنا"

ہم اب مغربی اقتدار اور مغرب کی قائدانہ صلاحیت کو چیلنج کرنے کے بارے میں کبھی سوچتے بھی نہیں اور اگر کبھی "علم و تحقیق" سے آنکھ بچا کر اور عقل و فہم کو نظر انداز کر کے سوچتے بھی ہیں تو ہم اپنے وسائل و امکانات، جنگی طاقت، اسلحہ کی پیداوار اور ایٹمی طاقت کی پوزیشن کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم کو نا امیدی اور بد فالی گھیر لیتی ہے اور ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ ہم محکومی و غلامی، زندگی کے دھارے سے دور رہنے، مغرب کا دست نگر، اور دو بڑی طاقتوں میں سے کسی ایک سے وابستہ رہنے ہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں"۔

(ثورۃ فی التفکیر ۲، ۳)

ایمان و اطاعت مومن کا ہتھیار اور کامیابی کی کنجی

لیکن اللہ نے قرآن میں انبیاءؑ کی سیرت اور ان کے دشمنوں کا جو انجام بتایا اور جس کی ہم نے اپنے مقالے میں کچھ درخشندہ مثالیں پیش کی ہیں وہ اس انداز فکر سے پوری طرح ٹکراتی ہیں، اور ہم پر یہ واضح کرتی ہیں کہ کامیابی کا راز اور جن کامیاب ہتھیاروں سے انھوں نے اپنے مخالفین کا مقابلہ کیا اور ان کی چھوٹی سی کمزور جماعت کامیاب اور دنیا کی امامت و ہدایت کے منصب پر فائز ہو گئی وہ "ایمان" "اطاعت" "دعوت الی اللہ" تھی۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۗ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ

(الٓمٓ سجدہ - ۲۴)

ترجمہ:۔ اور ہم نے ان میں سے امام بنائے جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے تھے، یہ ان کے صبر اور ہماری آیتوں پر یقین کے سبب ہوا۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (یونس - ۸۷)

ترجمہ:۔ اور ہم نے حضرت موسیٰؑ اور ان کے بھائی کو وحی کی کہ تم دونوں اپنی قوم کو مصر میں بساؤ اور اپنے گھروں کو مسجدوں کی شکل دو۔ اور نماز قائم کرو، اور مومنوں کو بشارت دیدیجئے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (سورہ محمد، ۷)

ترجمہ:۔ اے وہ جو ایمان لائے ہو اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمائے گا۔

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ۔ (سورہ محمد - ۳۵)

ترجمہ:۔ تو کمزور نہ پڑو اور اس کی طرف بلاؤ تمہیں غالب رہوگے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور تمہارے اعمال میں کٹوتی نہیں کرے گا۔

ان سچے حکیمانہ قصوں کا یہی پیغام اور سبق ہے جو ہمیں انبیاءؑ کی زندگی اور ان کی پاکیزہ سیرت سے ملتا ہے، یہی وہ سیدھا اور صحیح راستہ ہے جس پر بلا استثناء تمام انبیاءؑ چلتے رہے اور قرآن نے جس کے نقوش محفوظ رکھے ہیں،...... کمزور قوموں کے لئے اگر کوئی امید کا راستہ ہو سکتا ہے تو یہی ہو سکتا ہے، اور صاحب دعوت و عقیدہ قوموں کا مستقبل اسی طور و طریق سے وابستہ ہے، اور اللہ ہی حق کہتا اور وہی راستہ دکھاتا ہے۔

غیر منقوط نعتِ پاک

احمد عارف گیاوی

رہے سر کو ہر دم ہوائے محمدؐ — ملے دردِ دل کو دوائے محمدؐ
دو عالم کی حرص و ہوس سے الگ ہے — ہے آسودہ ہر دم گدائے محمدؐ
ہے اسلام اللہ کی راہ محکم — اصولِ مکمل کو لائے محمدؐ
الٰہی! ملے کالی کملی کا ٹکڑا — مرے کام آئے ردائے محمدؐ
ہے درس محمدؐ کہ اللہ ہے واحد — صدا آرہی ہے صدائے محمدؐ
کلام الٰہی اور اسلام لائے — عطائے الٰہی عطائے محمدؐ
رہائی ملے ہم کو درد و الم سے — مرے کام آئے لوائے محمدؐ
سرِ لوح و کرسی رسائی ہوئی ہے — گئے لامکاں کو ہمارے محمدؐ
سرور و سکوں دل کو حاصل ہوا ہے — حرم سے ہے آئی ہوائے محمدؐ
ہمہ دم، ہر اک لمحہ رحم و کرم ہے — عدو کے لئے ہے دعائے محمدؐ
ہو اللہ کے کملی والے دلارے — اٹھو، ہم کو دے دو سہارے محمدؐ

ہر اک لمحہ دل سے کرو وِرد، احمد
درودِ محمدؐ، سلامِ محمدؐ

وطن اور خاندان ● شجرۂ نسب ● تعلیم و تربیت ● بچپن ● مطالعۂ قرآن مجید ● اساتذہ و شیوخ ● مزاج اور قد و قامت ● لباس ● مہمانوں کی ضیافت ● مرغوبات ● رمضان المبارک کے معمولات ● مولانا علیہ الرحمہ اور عربی زبان و ادب اور دار العلوم ندوۃ العلماء ● تصنیف و تالیف ● فہرست تصانیف عربی اردو، انگریزی ● اعزازات ● منصب ● اہم اداروں کی رکنیت وغیرہ اس کے ساتھ کئی برسوں کے ملفوظات کا اہم انتخاب ● دائرہ شاہ علم اللہ کے نقشے اور تاریخی معلومات۔

ریسرچ اسکالرز کیلئے ایک بہترین تحفہ

● از: محمد حسن انصاری
● دیدہ زیب طباعت، قیمت: ۵۰ روپے۔ بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک ۶۰ روپے
● ملنے کا پتہ: مکتبہ ندویہ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

ترکی میں قرآن پاک کی توہین پر عذاب الٰہی کا خوفناک تازیانہ

ترکی کے اخبارات میں شائع ہونے والی عبرت انگیز تفصیلات

ترکی میں گذشتہ سال اگست میں آنے والے زلزلے کے حوالے سے بعض ترکی اخبارات میں شائع ہونے والے واقعات انتہائی عبرتناک ہیں تفصیلات کے مطابق ترکی بحریہ کے کسی اڈے میں جو ساحل سمندر سے بالکل متصل تھا، رقص و سرود کی ایک مجلس منعقد ہوئی جس کے شرکاء تین ہزار کے لگ بھگ تھے، وہاں ناچنے اور گانے والیوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے شرکت کی. اور شراب وکباب کی خوب محفل جمی، ایک فنکشن کے لئے اسرائیل سے خصوصی طور پر یہودی ناچنے اور گانے والی لڑکیاں درآمد کی گئیں جو انتہائی بے حیا تھیں فنکشن میں ۲۰ سے زائد ترکی جنرل شریک تھے، بتایا جاتا ہے کہ اس وقت جبکہ انتہائی بے حیائی اور فحش مناظر پر مبنی مجلس جاری تھی. کہ ایک ترکی جنرل نے ایک کیپٹن کے ذریعہ قرآن کریم کا ایک نسخہ منگوایا اور اس سے پڑھنے کو کہا جب اس نے پڑھا تو اس سے اسکی تفسیر پوچھی تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا. اس کے بعد مذکورہ جنرل نے قرآن کریم کے نسخے کو لے لیا اور پھاڑ کر ناچتے ہوئے یہودی اور ترکی لڑکیوں کے پاؤں کے نیچے ڈال دیا ساتھ یہ بھی کہا کہ اس قرآن کو نازل کرنے والا کہاں ہے؟ حالانکہ اس میں یہ بھی ہے کہ ہم نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں. اس قرآن کو اتارنے والا کہاں ہے؟ جو اس کی حفاظت اور اس کا دفاع کرے؟ اس دوران اس قرآن کریم کو لانے والے کیپٹن پر انتہائی خوف طاری ہوگیا، اچانک وہ تیزی سے بحری اڈے سے باہر آگیا، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ یہ شخص اس بحری اڈے پر آنے والے عذاب کی ابتدائی لمحات کا چشم دید گواہ بن سکے. اس کے بعد انتہائی عبرت آموز واقعات اور مناظر پیش آئے، بتایا جاتا ہے کہ اچانک ایک خوفناک روشنی نظر آئی جس نے دیکھتے ہی دیکھتے اس پورے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا. اس کے بعد سمندر پھٹ پڑا اور اس میں سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے. ساتھ ہی لوگوں کی چیخنے کی خوفناک آوازیں بھی آنے لگیں. اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پورے بحری اڈے کو اٹھا کر سمندر کے نیچے سے اٹھنے والی خوفناک لہروں کے درمیان پھینک دیا، اس کے بعد دوسرے علاقوں کو بھی زلزلے نے اپنی لپیٹ میں لے لیا، عجیب بات یہ ہے کہ مذکورہ پروگرام میں شریک ترکی، امریکی اور اسرائیلی فوجیوں اور ناچنے گانے والیوں کی لاشوں کا کچھ پتہ نہ چل سکا کہ وہ کہاں گئیں، تمام تر وسائل ہونے کے باوجود اب تک وہ لاشیں سمندر سے باہر نہ آسکیں. قرآن کریم کی بے حرمتی کر کے ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی غیرت کو للکارا تو اللہ تعالیٰ نے انتقام لے لیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا.

اس واقعہ میں اگرچہ حق تعالیٰ نے نہ صرف کل انسانیت کو بلکہ تمام مسلمانوں کو نہایت عبرت آموز سبق دینے کے لئے اپنے ہی زبردست غصہ کا اظہار کیا ہے جس سے پہلی بات یہ ثابت ہوئی کہ قرآن پاک واقعی اللہ کی چیز ہے اور اللہ ہی کی آسمانی کتاب ہے. کیونکہ اگر یہ اللہ کی چیز اور اس کی آسمانی کتاب نہ ہوتی تو اللہ کو شاید غصہ بھی نہ آتا؟ کیا کسی مصنف یا مؤلف کی کتاب کی بے حرمتی و بے ادبی کرنے پر اللہ تعالیٰ کو غصہ آیا ہے؟ ظاہر ہے انسانی عقل و شعور کے اعتبار سے غصہ اسی کو آتا ہے جس کی چیز ہے. یہ بات نہیں کہ چیز کسی کی خراب و برباد ہو مگر اس پر غصہ کسی اور کو آئے ادوسری بات یہ ہے کہ کسی چیز کی جس درجہ شہرت کی بے حرمتی و بے ادبی ہوگی اتنے ہی درجہ و شدت کا اس کو غصہ بھی آئے گا. یہاں پر محفل رقص و سرود میں قرآن پاک کی جس کا اس محفل سے کوئی رابطہ، کوئی واسطہ یا تعلق بھی نہ تھا، جس درجہ سنگین گستاخی اور بے ادبی کا مظاہرہ کیا گیا. اس درجہ پر اللہ کے شدید و سنگین غصہ نے وہ کام دکھایا کہ ہزاروں رقاصاؤں اور عیاشی کرنے والے انسانوں کی نعشوں کا نام و نشان بھی نہ رہا.

(ماہنامہ انوار ختم نبوت لندن. محرم سنہ ۱۴۲۱ھ)

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء کا سفر جاپان

اسلامک سنٹر جاپان کی دعوت پر اس کے ایک عالمی سیمینار میں شرکت کیلئے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور پروفیسر ڈاکٹر محمد یونس نگرامی ندوی شعبہ عربی لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ، ۲۷ر مئی سنہ ۲۰۰۰ء کو روانہ ہوئے اور ۲ر جون سنہ ۲۰۰۰ء کو الحمد للہ بخیریت واپسی ہوئی. اس سفر کی تفصیلات انشاء اللہ اگلے شمارہ میں پیش کی جائیں گی.

امانتِ ربّانی کا امینِ کامل

مولانا عبد الماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

امانت الٰہی

بزم کائنات اپنی ساری دلفریب زینتوں اور دلکش آرائشوں کے ساتھ سج چکی، طلسم خانۂ فطرت اپنی تمام ندرتوں اور نیرنگیوں کے ساتھ تیار ہو چکا، نگار خانۂ موجودات کا ایک ایک نقش آب و رنگ کی جگمگاہٹ سے چمک اٹھا اس وقت مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا سب سے زیادہ بے بہا، سب سے زیادہ عزیز الوجود گوہر "امانت الٰہی" کے نام سے کثرت کے بازار میں پیش ہوا. اور وحدت کے خلوت کدہ سے آواز آئی کہ "ہے کوئی جو اس گوہر شرف کا حامل بن سکے؟ ہے کوئی جو اس بارِ امانت کو اٹھا سکے؟ عالم ملکوت میں سناٹا چھا گیا، عالم ناسوت پر لرزہ پڑ گیا پہاڑ تھرتھرائے، سمندر کی موجیں رک گئیں. ماہتاب ماند پڑ گیا، آفتاب کی ہمت نے جواب دے دیا، اونچے آسمان نے اپنے دوشِ ناتواں کو اس کا اہل نہ پا کر آنکھیں نیچی کرلیں پھیلی ہوئی زمین اپنے عجز و درماندگی کے احساس سے سمٹ کر رہ گئی، اس وقت ضعیف و ناتواں کمزور و حقیر، ظلوم و جہول خاک کا پتلا آگے بڑھا، اور اپنی ہمت کے بازوؤں کو پھیلا کر یہ بارِ عظیم اپنے سر لے لیا.

صبح محشر

خاک نژاد آدم کی بے شمار نسلیں پیدا ہوئیں اور رخصت ہو گئیں، پھیلی اور بڑھیں، ابھریں اور مٹیں. یہاں تک کہ عالم عنصریات کی شب دراز ختم ہوتی ہے، اور صبح محشر کا طلوع ہو جاتا ہے. کمزور و جلد باز خطاکار و نسیان شعار انسان طلب ہوتا ہے اور اس کا ہر فرد "امانت" کا حساب سمجھانے حاضر ہوتا ہے افراد کی تعداد حد و شمار سے خارج ہے، ریاضی کا ہر عدد سب کی گنتی بتانے سے قاصر ہے. اچھے اور برے فاسق و فاجر مومن و کافر، عالم و جاہل، شاہ و گدا، امیر و فقیر، حکیم و شاعر، عابد و زاہد، ولی و درویش سب ایک ایک کر کے صف در صف حاضر ہو رہے ہیں، لیکن کسی ایک کا بھی نامۂ عمل فطرت کے محاسبہ پر پورا نہیں اترتا، کسی ایک کا بھی دامنِ امانت، خیانت کے داغ سے پاک نظر نہیں آتا کسی ایک کی بھی فرد اعمال ایسی نہیں جو دعوے کے ساتھ پیش ہو سکے، ہر سمت حسرتیں ندامتیں، پشیمانیاں اور پریشانیاں ہیں، زاریاں اور بے قراریاں، افسردگیاں اور غمگینیاں ہیں انتہا یہ ہے کہ وہ نفوس قدسیہ تک، جو دوسروں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے خلق ہوئے تھے اور جو عرش کا پیام لے کر فرش پر آئے تھے، آج اپنی اپنی حالت میں گرفتار ہیں اور زبانوں پر نفسی نفسی کا وظیفہ جاری ہے.

گستاخ و چشم انسان اس وقت بھی تمرد و خیرہ سری سے باز نہیں رہتا اور سوال کر بیٹھتا ہے کہ ایسی ناقص ہستیوں کے وجود میں لانے کا کیا ثمرہ تھا. جن میں سے کوئی ایک بھی معیار کمال پر پوری نہیں اترتی؟ اس بے شمار انبوہ کو خلعت وجود سے مشرف کرنے کا کچھ بھی حاصل تھا جس کی ایک فرد بھی اپنے مقصد آفرینش کو پورا نہ کر سکی؟ حریم قدس سے آواز آتی ہے کہ دیکھ اے جاہل انسان اور اپنی جہالت کا اقرار کر. سن اے نادان آدم زاد اور اپنی نادانی پر شرما. یہ پیکر نورانی جو تیرے سامنے عرصۂ محشر میں موجود اپنی ذات کی طرف سے فارغ و مطمئن اور دوسروں کے نجات دلانے کی کوشش میں مصروف و سرگرم نظر آرہا ہے تیری ہی طرح ایک انسان تھا. تیری ہی طرح اس کا خمیر بھی آب و گل سے تھا. تیری ہی طرح خاک کے ذروں سے اپنے جسد عنصری کی ترکیب رکھتا تھا، لیکن ہمارا عبد کامل تھا. ہماری امانت کا پورا امین اور اپنے عہد کو نباہنے والا. قید عناصر میں داخل ہونے سے قبل ہر وقت ہماری حمد و ثنا میں مشغول رہا، تو ہم نے احمد (بہت تعریف کرنے والا) کے نام سے پکارا. اور اس کا صلہ یہ دیا، کہ جب عالم آب و گل میں پابند بنا کر بھیجا، تو اس کا لقب مُحَمَّد (بہت تعریف کیے گئے) رکھا. دیکھ لے غافل انسان کہ آج نہ صرف ہم اپنے اس سب سے اچھے اور سب سے پیارے بندہ کو کیا درجہ نصیب کرتے ہیں، بلکہ جس کسی نے اس کی پیروی کی بھی کوشش کی، اس کے لئے بھی آج ہمارے ہاں کیا کیا سرفرازیاں اور سربلندیاں موجود ہیں.

دنیا کی تاریخ اٹھا کر دیکھ جایئے، حکیموں اور داناؤں کی سوانح حیات پڑھ جایئے درویشوں اور عالموں کے کارناموں پر نظر کر جایئے حضرات انبیاء علیہم السلام کی دعوتوں سے واقفیت حاصل کر لیجئے، دنیا کی بڑی سے بڑی اصلاح، بڑے

بے بڑے انقلاب، بڑے سے بڑے اجتہاد کا مطالعہ کر جائیے۔ ہر اصلاح، ہر دعوت، ہر تبلیغ کسی نہ کسی ملک، کسی نہ کسی قوم، کسی نہ کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص و محدود آپ کو ملے گی۔ حضرت مسیح صرف بنی اسرائیل کے گلوں کی بھیڑوں کو بچانے کیلئے آئے تھے۔ حضرت ہودؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت صالحؑ سب کا روئے سخن صرف اپنی اپنی قوم کی جانب تھا۔ دنیا کے اس عالمگیر کلیہ سے اگر کوئی استثنا ہو سکتا ہے، تو وہ محمد عربی (روحی فداہ) کی دعوت و پیام کا تھا، رسولؐ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کسی ایک ملک، کسی ایک قوم کسی ایک زمانہ کے لئے نہیں، ہر ملک، ہر قوم ہر زمانہ کے لئے ہے، تمدن انسانی کی ہر سطح کے متناسب حالتِ بشری کے ہر درجہ کے لئے موزوں، اور معاشرت قومی کی ہر شان کے شایاں۔

کمال اور ختم نبوت

سید المرسلین کا ایک لقب خاتم النبیین بھی ہے، ختم نبوت کے معنی بالکل واضح ہیں جب ایک پیام اس قدر جامع و مکمل آچکا کہ اب اس میں کسی ترمیم و اضافہ کی گنجائش ہی نہیں باقی، تو کسی جدید پیام کا آنا سرے سے بے معنی ہو جاتا پیام کی ہمہ گیری کے معنی ہی یہ ہیں کہ آئندہ کے لئے سلسلۂ پیامات منقطع عرب کے امی کے لائے ہوئے پیام نے علی الاعلان اپنا دعویٰ ساری دنیا کے سامنے پیش کر دیا، کہ میں ہر امکانی ضرورتِ زندگی کے لئے مکمل ہدایت نامہ ہوں۔ اور آج تک بڑے سے بڑا مخالف بھی اس دعویٰ کو کسی دلیل سے جنبش نہ دے سکا۔

پیام و پیامبر

اس قدر جامع و مکمل پیام کے لئے ضروری تھا کہ اس کے لانے والے کی ذات بھی ہر حیثیت سے کامل و مکمل ہو۔ اللہ کا بھیجا ہوا پیام، لکھا لکھایا مرتب کتاب کی شکل میں بھی کسی پہاڑ یا درخت پر آسمان سے اتر سکتا تھا، لیکن حکیم مطلق کی مشیت نے "پیام" اور "پیامبر" دونوں کو ایک دوسرے کے لئے بطور لازم و ملزوم قرار دیا، اور دونوں کو ایک دوسرے کی تصدیق کا ضامن، لیکن ترتیباً پیامبر کا وجود پیام پر مقدم ہے۔ دنیا کا یہ آخری ہادی و رہنما پورے چالیس برس اپنے ہم جنسوں کے درمیان رہ لیا، جب جا کر اس پر اس پیام حق نازل ہونا شروع ہوا، اور اس کے بعد تیئس سال کی مدت اور اس نے اپنے ہی جیسے انسانوں کے درمیان گزاری۔ اس کی پاک و پاکیزہ زندگی اس وقت بھی دشمنوں کے لئے ایک کھلے ہوئے چیلنج کی طرح موجود رہی، کہ کوئی اٹھے اور اس میں عیب نکالے، کوئی بڑھے اور اس پر حرف گیری کرے، ابوجہل اور ابولہب جیسے دشمن اٹھے اور بڑھے، لیکن اس مقدس سیرت، اس پاکیزہ زندگی اور اس پاک معاشرت میں ایک بات بھی قابلِ گرفت نہ پا سکے۔

محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتہ بنا کر نہیں بھیجے گئے، کسی دوسرے عالم کی مخلوق کی حیثیت سے نہیں اتارے گئے۔ حوائج بشری سے بے نیاز ہو کر نہیں مبعوث ہوئے، انسان بنا کر بشریت کے تمام اوصاف ولوازم، تمام احتیاجوں اور ضرورتوں کے پابند بنا کر اس ظلمت کدۂ گیتی کو مطلع انوار کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ شادیاں آپ نے کیں، ایک نہیں کئی کئی، اولادیں آپ کی متعدد ہوئیں، بعض زندہ رہیں، اور بعض نے حضورؐ کے سامنے وفات پائی دوست بھی حضورؐ کے بہت سے تھے، اور دشمن بھی تھے مخلصین کا بھی ایک گروہ تھا۔ اور منافقین کا بھی، عسرت کا بھی زمانہ گزرا اور خوشحالی کا بھی، لڑائیاں بھی بہت سی ہوئیں، اور امن کا زمانہ بھی گزرا۔ محاربات میں کبھی فتح بھی ہوئی اور کبھی اس کے برعکس خلقت کے ردّ و انکار کا بھی تجربہ فرمایا، اور مقبولیت و مرجعیت کا بھی، غرض انسانی زندگی میں گرم و سرد، نشیب و فراز کے جتنے موقع پیش آسکتے ہیں سب کے ہو کر وہ پاک و طاہر زندگی گزاری، اور اس طرح بے داغ گزری کہ آج محض اس کا مطالعہ سارے عالم کے لئے ایک مستقل درس بن سکتا ہے۔

جامعیّت

حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کی یہ جامعیت صرف اس لئے تھی کہ ہر فرد بشر اس نمونہ کو اپنے پیش نظر رکھے۔ اور جہاں تک اس کا ظرف و بساط اجازت دے انھیں قدموں کے نقش پر چلے، گلستانِ دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آچکی ہیں لیکن موسم ربیع کا یہ گلدستہ ایسا ہے جو ہر ملک، ہر زمانہ، ہر قوم کے مشام جاں کو معطر رکھے گا۔ آج دنیا کی سب سے بڑی شامت یہی ہے کہ اس نے سب سے زیادہ کامل و مکمل نمونہ کی طرف سے قطع نظر کر لی، غیروں کا ذکر نہیں، خود ہم کلمہ گویان اسلام کی بدبختی یہی ہے کہ ہم نے آفتاب ہدایت کی طرف سے آنکھیں بند کر کے اپنے تئیں یا تو اندھیرے میں ڈال رکھا ہے، اور یا اگر روشنی کی طلب ہے بھی تو ٹمٹماتے ہوئے چراغوں اور لالٹینوں پر قناعت ہے،

ہم میں سے آج کتنے بدبخت مسلمان ایسے ہیں جو خوبی و کمال کا معیار یورپ کے طور و طریق کو سمجھ رہے ہیں، قومی تعلیم اس لئے ضروری ہے کہ یورپ میں اس کا رواج ہے، معاشرت کو اعلیٰ معیار پر اس لئے لانا چاہئے کہ یورپ کا طرز یہی ہے

سود خواری اس لئے بہتر ہے کہ یورپ اسی ذریعہ سے ترقی کر رہا ہے، یہ ہمارے دماغوں کا ایک عام طرز استدلال ہو گیا ہے اس سے اتر کر وہ طبقہ ہے جو مذہبی سمجھا جاتا ہے، ان بے چاروں کی شامت یہ ہے کہ بجائے سرکار رسالت سے اکتساب فیض کرنے کے، انھوں نے ساری جستجو اور تگ و دو محض کسی عالم یا درویش تک محدود کر رکھی ہے، حالانکہ کوئی امتی کتنا ہی بلند پایا ہو ظاہر ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

اگر آج ہم اس بڑے "امین" کے نقش قدم پر چلتے ہوتے تو ہم میں خیانت و بددیانتی کا گزر نہ ہوتا، اگر آج ہم اس "رؤف و رحیم" کے پیرو ہوتے، تو ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی جانب سے بے اعتمادی و بدگمانی نہ ہوتی، اگر آج ہم نے اس غارِ حرا کے بیٹھنے والے کے آثارِ مبارک کو اپنا سرمۂ چشم بنایا ہوتا تو ہمارے باطن میں کسی قسم کی گندگی باقی نہ رہ جاتی، اگر آج ہم فاتح بدر کی عظمت دل سے کرنے والے ہوتے تو مخالفین کے مقابلہ میں ہمیں شکستیں نصیب نہ ہوتیں۔ اگر آج ہم رحمۃ للعالمین کے پیام پر سچے دل سے ایمان رکھتے ہوتے، تو اپنی جیسی مخلوقات کے ساتھ ہمیں بے گانگی و مخالفت نہ ہوتی، اگر آج اپنے بیج بونے والے، اور سیج کے برتنے والے ہی کے طریقہ پر قائم ہوتے تو جھوٹ کا ہماری آبادیوں میں نام و نشان ہی نہ ہوتا۔ اگر آج ہم کو اسم پاک احمدؐ کی لاج ہوتی تو اللہ کی حمد و ثنا سے ہمیں اس قدر گریز نہ ہوتا، اگر آج ہم کو اسم گرامی محمدؐ سے علاً کوئی واسطہ ہوتا تو اپنی موجودہ پستی و بدنامی سے یہ مراحل دور ہوتے، آج جبکہ سارے ملک میں میلاد مبارکؐ کی محفلیں آراستہ ہو رہی ہیں گی، کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ ان کے ساتھ ساتھ ہم اپنے خلوت خانۂ قلب میں بھی کچھ دیر کے لئے ذکرِ پیمبر و یادِ رسولؐ کی محفل گرم کریں!

(ذکرِ رسولؐ)

> وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
> غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا
> نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
> وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ
>
> علامہ اقبالؔ

(بقیہ) مطالعہ کی میز پر

احاطہ کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دن نکالنے کا آسان طریقہ بھی درج ہے۔

یہ کتاب اور چارٹ مدارس عربیہ میں تاریخ پڑھنے اور پڑھانے والوں اور اسلامی ریسرچ اسکالروں کے لئے بہت مفید ہے

نوٹ:۔ ضخامت کو دیکھتے ہوئے کتاب کی قیمت زیادہ ہے۔

فون نمبر: 217956

کلونجی کا تیل

سوائے موت کے جملہ امراض کا علاج

طب نبویؐ آج کے دور کی شدید ضرورت ہے، محمدیہ پروڈکٹس کریم نگر ہندوستان کی پہلی کمپنی ہے جس نے کلونجی سے سو فیصد خالص تیل نکالنے میں کامیابی حاصل کی ہے، کلونجی کا یہ خالص تیل بے شمار بیماریوں کے علاج میں بے انتہا مفید ثابت ہو رہا ہے، اور اس کے استعمال سے لاکھوں لوگ ذیابطیس (شوگر)، بلڈ پریشر دل کے امراض، موٹاپا، دمہ، تنفس کی بیماریاں، پیٹ کے امراض، جوڑوں کا درد، بواسیر، سر کے بالوں کا قبل از وقت گرنا یا سفید ہونا وغیرہ جیسی بہت سی بیماریوں سے بڑی آسانی سے شفایاب ہو رہے ہیں، اس کے علاوہ محمدیہ پروڈکٹس نے طب نبویؐ پر ریسرچ کر کے ایسی بہت سی ادویات تیار کی ہیں، مثلاً کلونجی شوگر پاؤڈر، کلونجی پمپل کریم، کلونجی پین بام، زم زم بہار آئیل، کلونجی مسواک ٹوتھ پاؤڈر، سفوف طہیر وغیرہ، ان کے علاوہ مزید پندرہ پروڈکٹس بھی دستیاب ہیں۔

نوٹ:۔ کلونجی کے تیل کے ساتھ ایک کتابچہ مفت دیا جاتا ہے جس میں طریقہ استعمال کہ کس مرض میں اور کس کے ساتھ کتنی مقدار میں لیا جائے گا۔

MANUFACTURS
MOHAMMADIA PRODUCTS
KARIM NAGAR-505001 (INDIA)

QURAISHI AGENCIES
C/o GRAND MEDICAL HALL
BAEK SIDE MALLE PALLY
MOSQUE HYDERABAD

آل یوپی ڈسٹری بیوٹرس

حرمین بکڈپو، مسجد مرکز والی کچہری روڈ امین آباد لکھنؤ، فون نمبر PIN: 217956

تجارتی معلومات و ایجنسی کے لئے رابطہ کریں

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

والدہ صاحبہ کے تربیتی خطوط اور دعاؤں کی روشنی میں

● مولانا سید محمد واضح رشید ندوی

دل کی گہرائیوں سے نکلے سچے جذبات واحساسات کا جیسا اظہار خطوط میں ہوتا ہے وہ دوسری تحریروں میں کم ہوتا ہے، خطوط میں بے تکلفی اور بے ساختگی اور تعبیر کی سچائی، کامل طور پر پائی جاتی ہے، اس میں بھی ماں باپ کے خطوط امتیازی حیثیت رکھتے ہیں جو وہ اپنی اولاد کو لکھتے ہیں، جس میں بچہ کے ذہن کی پوری رعایت رکھی جاتی ہے، اور بچہ کی ذہنی وفکری ترقی کے ساتھ یہ اسلوب بھی اسی کے مطابق بلند ہوتا چلا جاتا ہے۔ علوم ومعارف، حکایتوں قصوں، اور مثالوں سے یہ مزین ہوتے ہیں۔ ان خطوط میں زندگی کے متعلق ہدایات، مسرت اور رنج کا بیان، انعام ومحرومی کا ذکر، حوادث وواقعات کا تذکرہ، اور جو کچھ گھر میں بھلا برا، مفید اور غیر مفید پیش آتا ہے، اور زندگی کے جو مسائل ہوتے ہیں ان سب کا بے تکلف بیان ہوتا ہے۔ پھر یہ خطوط قاری پر دو قسم کے خاص اثر ڈالتے ہیں، ایک تو یہ کہ قاری کے اندر خوشی کے جذبات موجزن ہوتے ہیں، دوسرا اس کے برعکس تاثرِ غم یہ ہوتا ہے۔

چنانچہ علماء ومشائخ، قائدین وعمائدین کے تذکرے ان ماؤں کے ذکر کے بغیر ادھورے رہتے ہیں، جن کا ان کی تربیت اور نشو ونما میں اہم کردار رہا ہے اور ان کی شخصیت سازی میں اہم عنصر رہا۔ ماں کی ماتا اور شفقت، اس وقت کام آتی ہے جب باپ اپنی تمام تر کوششوں کو بے اثر دیکھ رہا ہوتا ہے۔ ہوتی ماں کی محبت اور تڑپ اپنا کام دکھاتی ہے .... اس لئے بڑی شخصیات کی شخصیت سازی کا اہم اور بنیادی سبب تلاش کرنے پر وہی عنصر نمایاں نظر آتا ہے جو ماں کے نصائح اور توجیہات سے متعلق ہے حالانکہ یہ نصائح اور توجیہات استاذ، مرشد ومربی کی نصائح وارشادات سے مختلف اور الگ ہیں لیکن دل کی تپش اور آنسوؤں کی تاثیر دلوں کو زخمی کرکے قاری کو بیخود بنا دیتی ہے۔ اسی چیز نے خطوط کی اس قسم کو ادبی حلاوت اور فنی جمال کا رنگ دے کر، ادب کی اہم قسم بنا دیا۔

مخدومی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہٗ کی تربیت اور ان کی شخصیت سازی کے بنیادی عناصر وعوامل میں جہاں ان کے ماہرین فن اساتذہ، اور بلند پایہ مشفق مربیوں اور مشائخ کرام پر نظر جاتی ہے جن کی زمانہ اور اس کے حالات اور تقاضوں پر نظر تھی اور جو مزاج شناس اور نباض تھے، وہیں ان کی والدۂ ماجدہ کی دعائیں اور تربیت وارشاد اہم عنصر ہے جنہوں نے ابتدائے طفولت سے لے کر زمانۂ طالب علمی اور جوانی تک پوری نگہداشت رکھی اور فکر کی اور دعاؤں کو اپنا لازمی اور بڑا وظیفہ بنا یا وہ خطوط کے ذریعہ وقتاً فوقتاً جھنجھوڑتی اور زندگی میں انقلاب برپا کر دینے والے جملوں کا استعمال کرتیں، چونکہ وہ شاعرہ بھی تھیں اور قادر الکلام تھیں مناجات کہتیں اور اس سے ہدایات ورہنمائی کا وہ کام لیتیں، جو ایک واعظ اور مصلح اپنے وعظ وبیان سے کم لے پاتا ہے، والدۂ ماجدہ کی آہ سحر گاہی اور نالۂ نیم شبی تھا کہ جس نے ان کو ان بلند اوصاف وکردار کا حامل بنایا جس کے حامل کم ہی ہوتے ہیں۔

یہ شب بیدار اور برگزیدہ خاتون مخدومہ سیدہ خیر النساء، بہتر صاحبہ بنت مصلح کبیر حضرت شاہ ضیاء النبی حسنیؒ رائے بریلوی ہیں۔ دائرہ حضرت شاہ علم اللہؒ میں ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئیں اور ایک خاص علمی، دینی، روحانی ماحول میں پروان چڑھیں، یہ اس خاندان کی بی بی تھیں، جو ایک چھوٹا خاندان ہونے کے باوجود شعراء، ادباء، مصلحین اور علماء ومشائخ کی جماعت ہر زمانہ کو دیتا رہا ہے، اس نامور خاندان کے بزرگوں کی میراث، آپ میں مجموعی طور پر منتقل ہوئی جس نے آپ کی مناجات اور شعر ونثر کی کتابوں میں وہ بلا کی تاثیر اور کشش پیدا کی جس سے آپ کی مناجاتوں اور کتابوں کو بڑی قبولیت حاصل ہوئی، آپ کو قرآن کریم سے والہانہ تعلق تھا اور اپنے ذوق وشوق سے قرآن مجید پورا یاد کر لیا تھا تلاوت کا خاص معمول تھا، بہنیں اور سہیلیاں بھی حفظ قرآن کریم کی دولت سے بہرہ ور تھیں۔

تلاوت قرآن کریم، اور دعاؤں ومناجات نے ان کے دینی جذبات واحساسات اور اللہ کی طرف رجوع اور انابت میں جوش پیدا کیا، اسی آیت کریمہ سے ...... خاص مناسبت من جانب اللہ پیدا ہوئی۔ وہ یہ ہے :-

"وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ، أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ، فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي، وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ."

(سورۃ البقرۃ الآیہ ۱۸۶)

خود فرماتی تھیں، اس آیت کریمہ کو ہم نے سو بار پڑھا، دعا میں آپ کا انہماک اور اشتغال بڑھتا ہی چلا گیا، اور اس کے نتیجہ میں اللہ کے وعدہ اور اس کی نصرت وتائید اور توفیق پر آپ کا یقین بڑھتا چلا گیا، دعا سے آپ کا ایمان ویقین اتنا بڑھ گیا کہ یہ اعتقاد کامل طور پر پیدا ہو گیا کہ کوئی بھی چیز معمولی ہو یا غیر معمولی، اس کو انسان اپنی دعا کے ذریعہ حاصل کر سکتا ہے، یہی وجہ تھی کہ انھوں نے اپنی اولاد کو دعاؤں کا عادی بنایا، اور یہ دعا تو خاص طور پر یاد کرائی۔ "اَللّٰهُمَّ اٰتِنِي بِفَضْلِكَ أَفْضَلَ مَا تُؤْتِي عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ" انھوں نے اپنے فرزند حضرت مولانا علی میاں صاحب قدس سرہ سے تاکیداً فرمایا کہ جب بھی کوئی تحریر لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد یہ دعا لکھا کرو۔ حضرت مولانا قدس سرہ فرماتے تھے کہ یہ معمول ہمارا لکھتے وقت رہا اور یوں بھی دعا کرتے وقت اکثر یہ دعا زبان پر آجاتی تھی۔

دعائیں خوب آپ کو یاد تھیں اور بزرگوں کے واقعات اور حکایتیں ذہن نشین تھیں، جن سے وہ ارشاد وتربیت میں کام لیتی تھیں، اور معاشرے پر گہری نظر رکھتیں، مشورے دیتیں، اور خود بھی شرکت فرماتیں، چنانچہ سلائی، پکائی، صفائی، تمام امور مہارت اور سلیقہ کے ساتھ انجام دیتیں، اور یہ مصروفیات کبھی بھی ذکر وتلاوت اور دعا ومناجات میں مانع اور حارج نہ بنیں، ادبی ذوق اور تربیتی مزاج، جو کہ ایک خاندانی خصوصیت اور امتیاز رہا ہے، ان میں منتقل ہوا تھا، جس کو انھوں نے اپنی خوبیوں سے اور جلا بخشا، نظم ونثر دونوں میں اچھی قدرت رکھتی تھیں، قلبی کیفیات اور دینی جذبات کو نظم میں ڈھالتیں، اور ان توقعات وآرزوؤں کو بھی نظم کرتیں جو انھوں نے اپنے فرزند گرامی سے باندھ رکھی تھیں، چونکہ وہ ایک دردمند اور فکرمند خاتون تھیں، اس لئے وہ ایک لڑکی کو مثالی عورت دیکھنا چاہتی تھیں جو شوہر کے لئے باعث راحت وسکون بنے، اور بیٹے کے لئے محبت نچھاور کرنے والی اور اس کے ساتھ اس کی تربیت سے غفلت نہ برتنے والی ماں بنے، اور اپنی حد تک گھریلو معاشرہ کو صحیح اسلامی معاشرہ میں ڈھال دینے والی خاتون بنے، اس کے لئے کتابیں بھی لکھیں۔ "حسن معاشرت" اور "ذائقہ" کو نثر میں اور نظم میں "کلید باب رحمت" کو بڑی مقبولیت ملی۔

ادب وتربیت دونوں اعتبار سے آپ کے خطوط میں وہ دینی جذبہ اور حکیمانہ اسلوب ملتا ہے جو اثر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتا، اس میں زندگی ہے، تحریک ہے، حساسیت ہے اور درد وسوز ہے، دنیا کا وصف بھی اور اس کے کھوٹ کا اظہار بھی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ کی خرابیوں اور فتنوں سے کس باریک بینی سے واقف تھیں اور ایک نوخیز کے جذبات کو سمجھنے میں کس درجہ حساس تھیں، ان خطوط میں جو انھوں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے لکھنؤ میں تعلیم کے دوران لکھے تھے، جہاں نرمی، گرمی، صراحت اور کنایہ نظر آئے گا وہیں کبھی لچکدار لہجہ اور کبھی طاقتور اسلوب میں واقعات، مثالوں کے ذکر کے ساتھ مخاطب ہوتی ملیں گی، یہ خطوط ان سخت حالات میں تحریر کئے گئے ہیں جب ان کے عظیم المرتبت شوہر مولانا حکیم سید عبد الحی صاحب حسنیؒ کا حادثۂ ارتحال پیش آیا تھا اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی عمر صرف نو سال کی تھی، ایسے حالات میں ایک ہوشمند اور غیور وباحمیت خاتون کو جو کرنا چاہئے تھا اس سے زیادہ وہ کرتی نظر آتی ہیں، انھوں نے اپنی ذمہ داری محسوس کی اس کا کچھ اندازہ ان کے خطوط سے کیا جا سکتا ہے جو محفوظ رہ گئے، ایک خط میں جب انھوں نے مولانا کا انگریزی کی طرف رجحان کو زور پکڑتے دیکھا تو تحریر کیا۔

"مجھے تو انگریزی سے بالکل انسیت نہیں، بلکہ نفرت ہے، مگر تمہاری خوشی منظور ہے، علی! دنیا کی حالت نہایت خطرناک ہے، اس وقت عربی حاصل کرنے والوں کا عقیدہ ٹھیک نہیں، تو انگریزی والوں سے کیا امید؟...... علی! اگر میرے سو اولادیں ہوتیں تو سب کو میں یہی تعلیم دیتی، اب تم ہی ہو، اللہ تعالیٰ میری خوش نیتی کا پھل دے، کہ تم سو کی خوبیاں تم سے حاصل ہوں، اور میں دارین میں سرخ رو، نیک نام اور صاحب اولاد کہلاؤں، آمین ثم آمین۔"

انگریزی سیکھنے کا اور اسکول میں پڑھنے کا جذبہ، مولانا رحمۃ اللہ علیہ پر اس وقت طاری ہوا تھا جب مغربی تہذیب اپنے عروج پر تھی، برٹش اقتدار تھا، اور یہی تعلیم بڑے دنیوی عہدوں اور مناصب پر فائز ہونے کے لئے ضروری سمجھی جاتی تھی، اور اسی میں مہارت اور کمال کو ترقی اور مستقبل کی تابناکی کے لئے ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اور اکثر افرادِ خاندان اسی کی طرف مائل تھے، مولانا چونکہ ایک بڑے ذہین طالب علم تھے وہ اس رجحان سے متاثر ہوئے، اور اتنے ہوئے کہ انگریزی سیکھنے کا ان پر زبردست جذبہ طاری ہوا، اس خبر سے والدہ صاحبہ کی نیند اڑ گئی، کہ کہیں نئے تہذیبی وثقافتی دھارے کی زد میں پڑ نہ آجائیں، اور عصری تقاضے دینی تقاضوں پر غلبہ نہ پالیں، خود مولانا تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک زمانہ میں میری طبیعت دینی تعلیم سے کچھ اچاٹ سی ہونے لگی اور انگریزی

تعلیم حاصل کرنے اور سرکاری امتحانات دینے کا دورہ سا پڑا، بھائی صاحب نے کسی خط میں، یا رائے بریلی کے کسی سفر میں، والدہ صاحبہ سے میرے اس نئے رجحان کی شکایت کی، اس پر انھوں نے میرے نام جو خط لکھا اس سے ان کے دلی خیالات، جذبات اور ان کی قوت ایمانی اور دین سے محبت و عشق کا اندازہ ہوتا ہے:

دینی علم، اور دنیوی علم کے سلسلہ میں ان کی غیرت و حمیت کا کچھ اندازہ ان کے خط کے ایک اقتباس سے بڑی حد تک ہو سکتا ہے، وہ ملاحظہ ہو:

"علی! اگر لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انگریزی والے مرتبے حاصل کر رہے ہیں کہ کوئی ڈپٹی، اور کوئی جج، کم از کم وکیل اور بیرسٹر ہونا تو ضروری ہے، مگر میں بالکل اس کے خلاف ہوں، میں انگریزی والوں کو جاہل، اور اس کے علم کو بے سود، اور بالکل بے کار سمجھتی ہوں۔

علی! تم کسی کے کہنے میں نہ آؤ، اگر خدا کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہو، اور میرے حقوق ادا کرنا چاہتے ہو، تو ان سبھوں پر نظر کرو، جنہوں نے، علم دین حاصل کرنے میں عمر گذار دی ان کے مرتبے کیا تھے، شاہ ولی اللہ صاحبؒ، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، شاہ عبدالقادر صاحبؒ، مولوی ابراہیم صاحبؒ، اور تمہارے بزرگوں میں خواجہ احمد صاحبؒ اور مولوی سید محمد امین صاحبؒ مرحوم جن کی زندگی اور موت قابل رشک ہوئی، کس شان و شوکت کے ساتھ دنیا برتی اور کیسی کیسی خوبیوں کے ساتھ رحلت فرمائی۔"

مزید لکھتی ہیں:-

"میں خدا سے ہر وقت دعا کرتی ہوں کہ وہ تم میں ہمت اور شوق دے، اور خوبیاں حاصل کرنے کی اور تمام فرائض ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔"

ساری نصیحتوں کے بعد اس عمل پر انعام کا ذکر کرتے ہوئے خط کو یوں ختم کرتی ہیں:-

"بہت جلد خیریت کی اطلاع دو، اور اگر دیر کرو گے تو میں سمجھوں گی کہ میری نصیحت تمہیں ناگوار ہوئی، انشاء اللہ تعالیٰ رمضان شریف میں تم سے وعظ کہلاؤں گی، اللہ تعالیٰ میری خواہش سے زیادہ تمہیں توفیق دے کہنے کی، اور تمہارا کلام پر اثر اور خدا کی خوشی و رضامندی کے قابل ہو۔ آمین۔ اللّٰھم اٰتنی بفضلک افضل ما تؤتی عبادک الصالحین۔ تم خدا کی رحمت سے تیار رہو، تم نے وعدہ بھی کیا ہے۔"

ایک مکتوب میں تعلیم میں انہماک، جفاکشی اور قدیم طالبعلمانہ صفات کی تلقین کرتے ہوئے لکھتی ہیں:-

"تمام باتوں کا شوق بے کار سمجھو، خوش تین مزاج والوں سے دلچسپی نہ رکھو، طالب علموں کو صرف پڑھنا چاہئے، کپڑے پھٹے ہوں یا جوتا، کچھ شرم کی بات نہیں، بلکہ فخر کرنا چاہئے، یہ حالت فلاح و بہبودی کا باعث ہوتی ہے، انھیں تکلیفوں میں علم کی قدر ہوتی ہے، عقلمند اور خوش نصیب وہ ہے، جو نایاب چیز حاصل کرے، وہ کیا ہے؟ شریعت کی پابندی۔

اس وقت کا علم عام ہے، اور ہر کسی کو میسر ہے، دو چار کتابیں لے لیں بس قابل ہوگئے، ہزاروں خطرے پیش نظر رہتے ہیں، یہ خط اگر دل چاہے، غور سے دیکھنا اور اکثر اس پر نظر ڈالتے رہنا۔"

ایک مکتوب میں بزرگوں کے طریقہ کی طرف متوجہ کرتی ہوئی لکھتی ہیں:-

"..... اور جہاں تک ممکن ہو، اگلے علماء کی سی لیاقت پیدا کرو، وہی معلومات حاصل کرو کہ کوئی بات شریعت کے خلاف نہ ہو، اور تمام مسئلوں سے بخوبی واقف ہو جاؤ، اس وقت اسی علم کی ضرورت ہے، اس وقت کے علماء کچھ نہیں جانتے، اور فتنے پیدا کرتے ہیں، میری دلی تمنا ہے کہ تم علم میں وہ مرتبہ حاصل کرو جو بڑے بڑے علماء نے حاصل کیا، جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترس رہی ہیں، کان مشتاق ہیں، دل شوق میں مٹا جاتا ہے، علی! اس سے زیادہ کوئی خواہش نہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ وہ تمہیں تمام خوبیاں عطا کرے کہ جو اس کی رضا کا باعث ہوں۔ وہی وقت آجائے۔ آمین۔"

کاروانِ زندگی کے کچھ اقتباسات ہیں جن کو اس امید پر چھوڑا جاتا ہے کہ آپ تمام حضرات اس کتاب کا مطالعہ فرما چکے ہوں گے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ خود اپنی والدہ صاحبہ کی تربیت اور نگرانی کا حال بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"گھر میں کسی بڑے مرد کے نہ ہونے کی وجہ سے والدہ صاحبہ ہی میری نگرانی، اخلاقی و دینی تربیت کی ذمہ دار تھیں، مجھے قرآن مجید کی بڑی بڑی سورتیں انھوں نے اسی زمانہ میں یاد کرائیں، باوجود اس کے کہ

ان کی شفقت خاندان میں ضرب المثل تھی، اور والد صاحب کے انتقال کی وجہ سے وہ میری دلداری اور ایک حد تک ناز برداری قدرتاً دوسری ماؤں سے زیادہ کرتی تھیں لیکن دو باتوں میں بہت سخت تھیں، ایک تو نماز کے بارے میں مطلقاً تساہل نہیں برتتی تھیں، میں عشاء کی نماز پڑھے بغیر کبھی سو گیا خواہ کیسی ہی گہری نیند ہو اٹھا کر نماز پڑھواتیں، اور نماز پڑھے بغیر ہرگز نہ سونے دیتیں، اسی طرح فجر کی نماز کے وقت جگا دیتیں، اور مسجد بھیجتیں، اور پھر قرآن مجید کی تلاوت کے لئے بٹھا دیتیں، دوسری بات جس میں وہ قطعاً رعایت نہ کرتیں اور اس میں ان کی غیر معمولی محبت و شفقت حارج نہ ہوتی یہ تھی کہ اگر میں خادم کے لڑکے یا کام کاج کرنے والے غریب بچوں کے ساتھ کوئی زیادتی نا انصافی کرتا یا حقارت اور غرور کے ساتھ پیش آتا تو وہ نہ صرف مجھ سے معافی منگواتیں بلکہ ہاتھ تک جڑواتیں، اس میں مجھے کتنی ہی اپنی ذلت اور خفت محسوس ہوتی مگر وہ اس کے بغیر نہ مانتیں، اس کا مجھے اپنی زندگی میں بہت فائدہ پہنچا اور ظلم و تکبر و غرور سے ڈر معلوم ہونے لگا اور دل آزاری اور دوسروں کی تذلیل کو کبیرہ گناہ سمجھنے لگا، اس کی وجہ سے مجھے اپنی غلطی کا اقرار کر لینا ہمیشہ آسان معلوم ہوا۔

والدہ صاحبہ کی تربیت کے اس انداز کا ذکر کرتے ہوئے ایک تجربہ اور مشورہ کے طور پر اس کا بھی ذکر کر دینے کو جی چاہتا ہے کہ بچوں کی مذہبی و اخلاقی اٹھان اور سانچے اس قابل ہونے میں کہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے دین کی کوئی خدمت لے یا قبولیت عطا فرمائے دو چیزوں کا بڑا دخل ہے ایک یہ کہ وہ اپنی عمر کے مطابق ظلم اور دل آزاری سے محفوظ رہیں، اور کسی دکھے دل کی آہ یا مظلوم کی کراہ ان کے مستقبل پر اثر نہ ڈالے، دوسرے یہ کہ ان کی غذا غصب و حرام اور مشتبہ مال سے پاک رہے، بظاہر اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کے ساتھ ان دونوں چیزوں کا انتظام فرمایا، میراث دیہات جائداد و املاک اور مشترک مال و حقوق سے عرصہ سے محفوظ تھا، والد صاحب کی آمدنی خالص طبی پیشہ کی رہین منت تھی، ویسے بھی اللہ تعالیٰ نے نہ صرف مشتبہ مشکوک مال سے بچایا بلکہ بدعات و رسوم کے کھانوں سے بھی۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ یاد آگیا کہ میں اپنے گھر کی ایک بڑی بوڑھی اناکے ساتھ جو بڑھی لکھی نہ تھیں اپنی پھوپھی کے پاس "خالص باٹ" (رائے بریلی کا ایک محلہ) جا رہا تھا راستہ میں کہیں غریبوں کو کھانا کھلایا جا رہا تھا (جو چالیسویں یا صدقہ کا کھانا تھا) بڑی بی نے جن کے ساتھ میں جا رہا تھا وہ کھانا لیا اور وہیں بیٹھ کر کھانے لگیں، میں بچہ تھا میرے بھی منہ میں پانی بھر آیا اور میں نے شرکت کرنی چاہی، انھوں نے کہا بیٹا! یہ تمہارے کھانے کا نہیں، اور انھوں نے مجھے کھانے نہیں دیا یہ غالباً گھر کے ماحول اور احتیاط کی اس فضا کا نتیجہ تھا جس کو وہ دیکھا کرتی ہوں گی۔

اس زمانے میں ہمارے خاندان میں ایک بڑا اچھا دستور تھا کہ جہاں کوئی ایسا غمناک واقعہ پیش آتا، دل دکھے ہوئے ہوتے یا کوئی پریشانی کی بات ہوتی تو "صمصام الاسلام" سنی جاتی، یہ مشہور مؤرخ واقدی کی مشہور کتاب "فتوح الشام" کا پچیس ہزار اشعار میں ترجمہ ہے، اور یہ ترجمہ اور نظم ہمارے ہی خاندان کے ایک بزرگ میرے والد صاحبؒ کے حقیقی پھوپھا منشی سید عبدالرزاق صاحب کلامی کی لکھی ہوئی ہے، جوش و خروش سے بھری ہوئی، درد و اثر میں ڈوبی ہوئی جنگ کا نقشہ ایسا کھینچتے کہ دل جوش سے اچھلنے لگتے اور نبض تیز ہو جاتی۔ شہادت کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ خود راہ خدا میں جان دینے کے لئے دل بے تاب ہو جاتا ہے، اور صحابۂ کرامؓ اور مجاہدین کے غم کے سامنے آدمی اپنا غم بھول جاتا ہے، میری بڑی خالہ مرحومہ صالحہ بی جو قرآن مجید کی بھی حافظہ تھیں یہ منظوم "فتوح الشام" بڑے پر اثر اور دلکش لہجہ میں پڑھتی تھیں اور پڑھتے پڑھتے کتاب ان کو بہت رواں ہو گئی تھی عموماً عصر کے بعد یہ مجلس ہوتی، بچے بھی کبھی اپنی ماؤں کے پاس کھیلتے کھیلتے یا کسی کام کے لئے آجاتے اور بے ارادہ کچھ دیر ٹھہر کر سنتے، کبھی بالارادہ بیٹھ جاتے اور کبھی مائیں اپنے پاس بٹھا کر سننے کا موقع دیتیں پھر جب اس میں لطف آنے لگتا تو کھیل چھوڑ کر اس مجلس میں شریک ہوتے۔"

والدہ صاحبہ کے دعا کے اہتمام اور اس کے ذوق و شوق کے بارے میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ

علیہ تحریر فرماتے ہیں:-

"ان کو ہر دعا پر اعتماد اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر ناز بھی بہت تھا، اچھے اچھے لوگوں میں ہم نے دعا کا وہ ذوق اور دعا میں ایسا یقین نہیں دیکھا جیسا اپنی والدہ صاحبہ کی زندگی میں دیکھا ہے، ان کی زندگی اس حدیث کی تعمیل کا نمونہ تھی جس میں کہا گیا ہے کہ تمہاری ہانڈی کا نمک کم ہو جائے تو اس کو دعا ہی کے ذریعہ طلب کرو، اور تمہاری جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کو بھی اللہ ہی سے مانگو، ان کی ساری زندگی دعا اور مناجات میں گذری، وہ خود اپنا حال بیان کرتی ہیں ؎

ترا شیوہ کرم ہے اور مری عادت گدائی کی
نہ ٹوٹے آس اے مولا ترے در کے فقیروں کی

اپنی ایک مناجات میں وہ حضرت مولانا کا ذکر اس طرح کرتی ہیں ؎

رہے زندہ باقی جہاں میں علی
رہے تیرے حفظ و اماں میں علی
ہو آباد کون و مکاں میں علی
ہو سرسبز باغ جہاں میں علی
علی سے ہو روشن چراغ جہاں
علی سے ہو سرسبز باغ جہاں

ایک دوسری مناجات میں فرماتی ہیں ؎

تو حافظ ہے اس کا تو ہی ہے رقیب
بلا کوئی آوے نہ اس کے قریب
دعا سن لے میری تو رب مجیب
الٰہی علی کو تو کر خوش نصیب
علی سے بڑھے خاندان علی
علی سے نمایاں ہو شان علی

ترجمہ از عربی
سید محمود حسن حسنی

دعائے مغفرت

الحاج غلام محمد عبد الغنی پٹنی کی اہلیہ زبیدہ بائی کا انتقال

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے میزبان خصوصی جناب الحاج غلام محمد عبد الغنی پٹنی، رکن انتظامی ندوۃ العلماء اور مالک بمبئی آندھرا ٹرانسپورٹ کی اہلیہ محترمہ زبیدہ بائی ۲۹ مئی ۲۰۰۰ء کو شب میں ۸ بجے انتقال فرما گئیں، مرحومہ کافی عرصے سے بیمار چل رہی تھیں اور کئی ہفتے اسپتال میں زیر علاج رہیں چند دنوں قبل گھر لایا گیا تھا، طبیعت کچھ بہتر تھی لیکن اچانک قلبی دورہ پڑنے سے انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جناب محمد بھائی وہ خوش نصیب شخص ہیں جن کے دولت کدہ "سہاگ پیلس" میں حضرت مولانا نے قیام فرما کر اپنی متعدد تصنیفات کو مکمل فرمایا۔ اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب حضرت کو سکون کے ساتھ کام کرنا ہوتا تو بمبئی کا سفر فرماتے اور محمد بھائی کے دولت کدہ پر قیام فرما کر اپنا کام مکمل فرماتے، چونکہ یہاں اس کا پورا اہتمام ہوتا تھا کہ حضرت کا وقت ادھر ادھر آنے جانے میں نہ ضائع ہو۔ اس لئے حضرت بمبئی کے قیام میں بڑی راحت محسوس فرماتے اور اس کا تذکرہ بھی فرماتے تھے۔

ایسے خوش نصیب میزبان کی اہلیہ مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کرنا خود دعا کرنے والے کے لئے باعث سعادت ہے۔

امید ہے کہ قارئین تعمیر حیات اور اہل مدارس اس کا پورا اہتمام فرمائیں گے۔

(بقیہ)
اسلام کے خلاف - - - - - - -

جذباتی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ یہ سب کچھ بہت سادگی سے کرتا ہے کیونکہ یہ سچ ہے۔ سچائی کو سمجھنا اور اس کا دفاع کرنا ہمیشہ آسان ہوتا ہے۔

جب اپنے بچوں کو تعلیم دیں تو دلائل و منطق سے اپنی بات ان کے ذہنوں میں بٹھائیں جیسے ہم نے تسلیم کیا تھا۔ انشاء اللہ وہ بھی قبول کریں گے۔ تاہم ہر دلیل کے ساتھ یہ بات ضرور آنی چاہیئے کہ ہمیں جو بھی کام کرنا ہے صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے کرنا ہے مثلاً ہم جانتے ہیں کہ ہم سور کا گوشت نہیں کھاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نہ کھانے کا قرآن میں حکم دیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سور کے گوشت سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی ضرورت ہے کہ یہ باتیں بچوں کو بتائی جائیں۔ جوں جوں وہ بڑے ہوں گے تو ان کی فہم و فراست بھی بڑھے گی اس کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے احکام کے ساتھ ان احکام کی حکمت اور نفع و نقصان بھی سمجھانا ہوگا۔ سور کے گوشت سے پیدا ہونے والی بیماریوں سے انہیں آگاہ کریں اس جانور کی گندی عادتوں کے بارے میں بتائیں اس طرح اللہ تعالیٰ کے احکام کی حکمت کو وہ آسانی سے سمجھ جائیں گے۔

(بیدار ڈائجسٹ مارچ ۲۰۰۰ء)

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

اسلام کے خلاف خفیہ منصوبوں کی کہانی

ایک امریکی نومسلمہ کی زبانی

تحریر:- شریفا کارلو الاندلوسیا ترجمہ:- ملک احمد سرور

(امریکہ کی نومسلم خاتون شریفا کارلو الاندلوسیا کہتی ہیں کہ میں دین حق "اسلام" کی طرف کیسے لوٹی، اسلام کے خلاف بنائے گئے منصوبوں کی داستان ہے، میں نے خود منصوبے بنائے، جس گروپ سے میرا تعلق تھا اس نے بھی اسکیمیں تیار کیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے منصوبے بنائے اور اللہ ہی بہترین منصوبہ ساز ہے، جب میں نوعمر (TEENAGER) تھی تو میں ایک ایسے گروپ کی توجہ کا مرکز بن گئی جو انتہائی گمراہ کن ایجنڈہ رکھتا تھا، حکومتی عہدوں پر کام کرنے والے افراد کی یہ ایک ڈھیلی ڈھالی ایسوسی ایشن تھی جس کا ایک مخصوص ایجنڈا تھا۔ کہ اسلام کو تباہ کرنا ہے۔ یہ حکومت کا تشکیل کردہ گروپ نہ تھا۔ بلکہ امریکی حکومت میں مختلف عہدوں پر کام کرنے والے افراد نے ازخود یہ ایسوسی ایشن بنائی تھی۔ اور یہ لوگ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اپنے حکومتی عہدوں کا بھرپور استعمال کرتے تھے۔

چونکہ میں خواتین کے حقوق کے لئے کام کرنے والی ایک فعال کارکن کی حیثیت سے نمایاں پوزیشن رکھتی تھی۔ اس لئے اس گروپ کے ایک رکن نے مجھ سے رابطہ قائم کیا، "مشرق وسطیٰ" پر زور دیتے ہوئے اس نے پیش کش کی کہ اگر میں "بین الاقوامی تعلقات" میں تعلیم حاصل کروں تو وہ مجھے مصر کے امریکی سفارت خانہ میں ملازمت کی گارنٹی دیتا ہے، اس کی خواہش تھی کہ مصر میں امریکی سفارت خانہ میں تعیناتی کے دوران میں اپنے حکومتی عہدے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مصری خواتین سے تعلقات قائم کروں اور خواتین کے حقوق کے سلسلہ میں جو تحریک ابھر رہی ہے اس کی حوصلہ افزائی کروں۔ میرے خیال میں یہ ایک عظیم نظریہ اور میرے دل کی آواز تھی۔ میں مسلم خواتین کو ٹی۔ وی۔ پر دیکھ چکی تھی اور میرے علم کے مطابق معاشرے میں یہ مظلوم اور پسا ہوا طبقہ تھا، میں ان خواتین کی بیسویں صدی کے آزاد معاشرے اور روشنی کی طرف رہنمائی کرنا چاہتی تھی،

اسی عزم و ارادہ کے ساتھ میں نے کالج میں داخلہ لیا اور تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ میں نے قرآن، حدیث اور تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا۔ میں نے ان طریقوں کا بھی خصوصی مطالعہ کیا جن کے مطابق ان معلومات کو اسلام کے خلاف استعمال کرنا تھا۔ میں نے سیکھ لیا کہ اپنے مقاصد کے لئے الفاظ کو کس طرح گھما کر کام میں لانا ہے، یہ ایک بہت ہی قیمتی ہتھیار تھا، تاہم جب میں نے مطالعہ شروع کیا تو اسلام کے پیغام نے مجھے محسور کر دیا تھا۔ اس کے اندر فہم و فراست، دانائی اور حکمت تھی۔ مجھے تو اس نے چونکا دیا۔ ان اثرات کے سدباب کے لئے میں نے عیسائیت کی کلاسوں میں باقاعدگی سے جانا شروع کر دیا تھا۔ میں نے کلاسوں کے لئے اس پروفیسر کا انتخاب کیا جس کی شہرت بہت اچھی تھی۔ اور اس نے ہارورڈ یونیورسٹی سے علوم الٰہی (یعنی مذہب) میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ہوئی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ میں بہت اچھے ہاتھوں میں آگئی ہوں، مگر جو میں نے سوچا تھا ایسی کوئی بات نہ نکلی۔ یہ پروفیسر تو توحید پرست (موحد) عیسائی نکلا۔ وہ تو عقیدہ تثلیث پر یقین ہی نہ رکھتا تھا۔ اور نہ یسوع مسیح کی الوہیت کو مانتا تھا۔ درحقیقت وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف ایک پیغمبر تسلیم کرتا تھا۔

اپنی اس بات کو ثابت کرنے کے لئے اس نے بائبل کے یونانی، عبرانی اور آرامی ذرائع سے حوالے دیئے اور بتایا کہ کہاں کہاں تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ جب مجھے وہ یہ سب بتا رہا تھا تو اس نے ان تاریخی واقعات کو بھی بیان کیا جو ان تبدیلیوں کو لانے اور پیروی کا باعث بنے جب میری یہ کلاس مکمل ہوئی تو میرا دین تباہ ہو چکا تھا۔ لیکن میں اسلام قبول کرنے کو اب بھی تیار نہ تھی۔

گزرتے وقت کے ساتھ میں نے اپنی ذات اور مستقبل میں ذریعہ معاش کی خاطر تعلیم جاری رکھی۔ اس میں تین سال کا عرصہ لگا۔ اس دوران میں مسلمانوں سے ان کے عقائد کے بارے میں سوال کرتی رہی۔ جن افراد سے میں نے سوال کیا۔ ان میں سے ایک (MSA) کا رکن تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس بھائی نے دین میں میری دلچسپی کو محسوس کیا اور میری اسلامی تعلیم کے لئے ذاتی کوششیں کیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کا بہترین اجر دے۔

ایک دن اس نے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور

بتایا کہ شہر میں مسلمانوں کا ایک گروپ آرہا ہے۔ اس کی خواہش تھی کہ میں ان سے ملوں۔ میں نے ملاقات کے لئے حامی بھر لی اور عشاء کی نماز کے بعد ان سے ملنے کے لئے گئی۔ مجھے ایک کمرے میں لے جایا گیا جس میں کم از کم بیس آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سب نے میرے بیٹھنے کے لئے جگہ بنائی مجھے بڑی عمر کے ایک پاکستانی کے سامنے بیٹھنے کے لئے جگہ دی گئی یہ بھائی عیسائی مذہب کے بارے میں علم کا سمندر تھے اور وہ بائبل اور قرآن کے مختلف حصوں پر صبح تک بحث کرتے رہے۔ اس نے عیسائیت کے بارے میں مجھے جو باتیں بتائیں دوران تعلیم میں وہ جان چکی تھی مگر اس دانا آدمی نے مجھ سے وہ بات کہی جو کسی دوسرے مسلمان نے نہ کہی تھی۔ اس نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ گذشتہ تین سال سے میں اسلام پر تحقیق و جستجو کر رہی تھی مگر کسی نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت نہ دی تھی مجھے پڑھایا گیا۔ دلائل دیئے گئے اور بعض مواقع پر میری تذلیل بھی کی گئی۔ مگر کسی نے اسلام قبول کرنے کی دعوت نہ دی۔ اللہ ہم سب کی رہنمائی فرمائے۔ جب اس نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو مجھے ایک جھٹکا لگا۔ میں نے محسوس کیا کہ یہی صحیح وقت ہے میں جانتی تھی کہ یہی سچ ہے اور مجھے جلد فیصلہ کر لینا چاہیئے۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ نے میرا ذہن کھول دیا۔ اور میں نے کہا "ہاں میں اسلام قبول کرنا چاہتی ہوں"۔ اس کے ساتھ ہی اس نے عربی میں مجھے کلمۂ شہادت پڑھایا اور انگریزی میں اس کے معنی بھی بتائے۔ اللہ کی قسم جب میں نے کلمۂ شہادت پڑھا تو میں نے اپنی ذات میں عجیب ترین احساس کو پایا۔ میں نے محسوس کیا کہ جیسے میرے سینے سے بہت بڑا بوجھ اتار دیا گیا ہے۔ میں نے ایسے سانس لیا جیسے اپنی زندگی میں پہلی بار سانس لیا ہو۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایک صاف ستھری تختی کی طرح ایک نئی زندگی عطا کی۔ جنت میں جانے کا سنہرا موقع عنایت کیا۔ میں نے دعا کی کہ اے میرے اللہ میری زندگی کے بقیہ ایام تیرے احکام کے مطابق گزریں اور میری موت مسلمان کی موت کے طور پر ہو۔ (آمین)

اسلام کے نور نے جب سچ کو روشن کیا تو میں بالآخران سیاہ دھبوں کو دیکھنے کے قابل ہو گئی جن کو ہمارے مغربی فلسفیوں نے چھپا رکھا تھا۔ اپنے معاشرے کی اخلاقی اقدار اور اپنی ذات کی حفاظت ظلم نہیں ہے بلکہ ظلم یہ ہے کہ خواہشات نفس کے تحت اپنے آپ کو گندگی کے دلدل میں پھینک کر یہ کہا جائے کہ یہ گندگی نہیں ہے۔

یہی مسلمان بہن حجاب کے بارے میں لکھتی ہیں:۔

بطور غیر مسلم مغربی سوسائٹی میں رہتے ہوئے نظریہ "شرم و حجاب" کی میرے ذہن میں کوئی خاص اہمیت نہ تھی اپنی نسل کی دیگر خواتین کی طرح میں بھی اسے دقیانوسی اور ایک فضول چیز شمار کرتی تھی۔ مجھے ان مسلمان عورتوں پر ترس آتا ہے جو برقعہ پہنے ہوتی تھیں یا پھر "بیڈ شیٹ" لپیٹے سڑکوں پر چلتی پھرتی نظر آتی تھیں۔ میں حجاب والی چادر کو بیڈ شیٹ ہی کہتی تھی۔

میں ایک جدید عورت تھی تعلیم یافتہ اور روشن خیال۔ میں حقیقی سچائی کے بارے میں کچھ نہ جانتی تھی۔ میں مسلم دنیا کے کسی بھی گاؤں کی سماجی طور پر کچلی ہوئی مسلمان عورت سے زیادہ لاچار تھی۔ میں اس لئے لاچار نہ تھی کہ میرے اندر طرز حیات اور کپڑوں کے انتخاب کی اہلیت نہ تھی بلکہ میری غلطی اور بے چارگی یہ تھی کہ "اپنی سوسائٹی" کو کہ یہ حقیقت میں کس کے لئے ہے؟" جاننے کی اہلیت نہ رکھتی تھی۔ میرے لئے یہ نظریہ پریشان کن تھا کہ "عورت کا حسن و جمال عوامی ملکیت ہے، اور شہوانی تعریف و توصیف کو احترام دیا جانا چاہیئے"

جب اللہ تعالیٰ نے میری رہنمائی فرمائی اور میں نے حجاب پہنا تو بالآخر اس ماحول سے باہر نکلنے کے قابل ہو گئی جس میں رہ رہی تھی میں اس سوسائٹی کو اس کے اصل رنگ و روپ میں دیکھنے کے اہل بھی ہو گئی۔ اب میں دیکھ سکتی تھی کہ اس سوسائٹی میں سب سے زیادہ قدر ان خواتین کی ہوتی ہے جو عوام کے سامنے اپنے آپ کو سب سے زیادہ ننگا کر دیتی ہیں مثلاً اداکارائیں، ماڈل گرلز اور ڈانسرز وغیرہ۔ مجھے اب یہ بھی نظر آ رہا تھا کہ مردوں اور خواتین میں تعلقات کا جھکاؤ نامناسب طور پر مردوں کی طرف ہے۔ میں جان گئی کہ میں مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے والا لباس پہنتی تھی۔ اور یہ کہہ کر میں اپنے آپ کو بے وقوف بنانے کی کوشش کرتی تھی کہ اس سے میں نے اپنے آپ کو خوش کیا ہے لیکن تلخ حقیقت یہی تھی کہ جو بات مجھے خوش کرتی تھی وہ اس آدمی کی زبان سے میری تعریف ہوتی تھی جسے میں پرکشش سمجھتی تھی۔

اب میں جانتی ہوں کہ ایک فرد جو کبھی صاف ستھرا نہیں رہا اس کے پاس یہ جاننے کا کوئی طریقہ نہیں ہے کہ وہ گندا ہے۔ اسی طرح میں یہ دیکھنے کے قابل نہ تھی کہ میں مظلوم ہوں، یہاں تک کہ میں اس بسی ہوئی سوسائٹی کی تاریکیوں سے نکل کر اسلام کی روشنی میں آگئی۔ اسلام کے نور نے جب سچ کو روشن کیا تو میں بالآخران سیاہ دھبوں کو دیکھنے کے قابل ہو گئی جن کو ہمارے مغربی فلسفیوں نے چھپا رکھا تھا۔ اپنے معاشرے کی اخلاقی اقدار اور اپنی ذات کی حفاظت ظلم نہیں ہے بلکہ ظلم یہ ہے کہ خواہشات نفس کے تحت اپنے آپ کو گندگی کے دلدل میں پھینک کر یہ کہا جائے کہ یہ گندگی نہیں ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کی شکر گذار ہوں جس نے سر پر اسکارف پہننے کے بعد مجھے ایک پہچان دی۔ میں ان لوگوں سے دور ہوتی گئی جو کسی طرح بھی میرے ذہن، میری روح اور دل سے ہٹ کر میری شناخت کرتے تھے۔ جب میں نے سر کو ڈھانپ لیا تو میں حسن و جمال کے اشتعال کے باعث ہونے والے استحصال سے بچ گئی جب میں نے سر کو ڈھانپا تو لوگوں نے دیکھا کہ میں اپنا احترام کرتی ہوں تو وہ بھی میرا احترام کرنے لگے۔ جب میں نے سر کو اسکارف سے ڈھانپ لیا تو بالآخر میں نے سچائی کے لئے اپنے ذہن کو کھول دیا۔ سب سے اہم عنصر جس نے مجھے اس مذہب کی طرف کھینچا وہ یہ حقیقت ہے کہ اسے دلائل و منطق کی بنیاد پر سمجھا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں محسوس کرتی ہوں کہ بے شمار مسلمان والدین اپنے بچوں کے سامنے اسلام کی تعلیمات و احکامات کی صحیح طور پر وضاحت نہ کر کے بہت نقصان پہنچاتے ہیں۔ بچوں سے عموماً کہا جاتا ہے کہ "ہم بڑے ہیں" "ہم کہتے ہیں اس لئے یہ مانو... تم عرب، پاکستانی، صومالی ہو اپنی تہذیب کے مطابق کام کرو" بنی نوع انسان کی یہ فطری خواہش ہے کہ وہ "کیا کرتے ہیں، کیوں کرتے ہیں" کو سمجھے۔ اسلام اسی لئے ایک عظیم مذہب ہے کہ یہ ہماری ذہنی اور

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

اسکولوں اور مدرسوں کے لئے چند تحفے

- آسان عربی قاعدہ — اوّل، دوم، سوم — مرتب سراج الدین ندوی
  ناظرہ قرآن کی تدریس کے لئے پہلی بار نہایت دلچسپ اور مصور کوشش۔
- آسان دینیات۔ (اردو) اوّل تا ششم — " سراج الدین ندوی
- آسان دینیات (ہندی) اوّل تا ششم — " سراج الدین ندوی
  بچوں کی نفسیات اور دلچسپیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے دین کے تمام ضروری امور پیش کئے گئے ہیں۔ پہلے دو حصے باتصویر۔
- آسان کتاب۔ قاعدہ اول تا پنجم — " سراج الدین ندوی
  اردو کی تدریس کیلئے بہترین سیٹ جو تمام نصابی خوبیوں کا حامل ہے۔
- آسان زبان۔ حصہ "الف" حصہ "ب" و اول تا پنجم — " سراج الدین ندوی
  بچوں کی عمر و نفسیات کے پیش نظر اردو کی بہترین نصابی کتابیں۔
- آسان اردو خوشخطی۔ اول تا پنجم — " سراج الدین ندوی
  تدریج کے ساتھ خوشخطی کی مشق بہم پہونچانے کی کامیاب کوشش۔
- آسان حساب۔ اطفال و اول تا پنجم — " سراج الدین ندوی
  اس سیٹ کے ذریعہ ریاضی کو نہایت اور دلچسپ مضمون بنا دیا گیا ہے۔
- سرل پستک सरल पुस्तक I TO 4 — " سراج الدین ندوی
  ہندی تدریس کے لئے خرافات سے پاک ایک اچھی کوشش۔
- سرل سلیکھ۔ सरल सुलेख - 1 TO 5 اول تا پنجم — " سراج الدین ندوی
  ہندی خوشخطی کی مشق بہم پہونچانے کا ایک خوبصورت سیٹ۔
- EASY NGLISH READER AB . 1 TO 4 — " سراج الدین ندوی
  انگریزی کی تعلیم کے لئے ایک مکمل سیٹ۔
- EASY WRITING BOOK — " سراج الدین ندوی
  انگریزی خوشخطی کی مشق بہم پہونچانے کا کامیاب سیٹ
- ڈرائنگ (ساتھی سیریز) اول تا ۴ — " سراج الدین ندوی
  بچوں کو تدریج کے ساتھ ڈرائنگ کی تعلیم کے لئے ایک بہترین کوشش۔

تفصیلات کے لئے رابطہ قائم کریں۔

SATHI PUBLICATIONS
SARKARA, DISTT. BIJNOR (U.P.) 245761
PHONE (R) 01344-3103 (O) 01345-48131-

جامع الکمالات شخصیت کی یاد میں

مولانا محمد حنیف ملی ۔ مالیگاؤں

ذیل کا مضمون حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نور اللہ مرقدہٗ کی وفات پر مدرسہ معہد ملت مالیگاؤں کے روحِ رواں اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مجلس شوریٰ کے رکن مولانا محمد حنیف ملی نے لکھا تھا۔ اس کے ایک ماہ بعد ۴ ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ کو خود مولانا محمد حنیف ملی صاحب بھی وفات پاگئے۔ شاید یہ تحریر ان کی زندگی کی آخری تحریر تھی وہ حضرت مولانا علی میاںؒ اور ان کی فکر سے جذباتی اور عقیدتمندانہ تعلق رکھتے تھے۔ مندرجہ ذیل مضمون حضرت مولاناؒ سے ان کی عقیدت اور سچی محبت کا مظہر ہے جو قارئین کی خدمت میں ہم پیش کر رہے ہیں (ادارہ)

موت برحق ہے جس سے انبیاء اور ہر فرد و بشر بھی گزرتے رہے ہیں، مولانا علی میاں کی وفات پر سارا عالم سوگوار ہے، مولانا کی جدائی صرف عالم کی وفات نہیں بلکہ علوم و معارف کے زبردست نقصان کا پیش خیمہ ہے۔ ایک محدث ایک فقیہ، ایک مؤرخ، ایک ادیب، ایک مفسّر ایک عبقری کے اٹھ جانے سے آسمان اشکبار، زمین چشم نم، ہوا اداس، ساری کائنات بجھی بجھی سی ہے مولانا کیا گئے کہ سارے ادارے، مجلس بے رنگ و نور ہوگئے کاش کہ کچھ دن اور یہ ستارہ امید آسمانِ دنیا پر روشن ہوتا۔ تاکہ ظلمتوں کو دور کرتا۔ اور بگڑی انسانیت کے لئے مسیحا بن کر اس کے زخموں پر مرہم رکھتا۔ لیکن مولیٰ کی مرضی اور مشیت کے آگے بندوں کا سر تسلیم خم ہے، مولانا وہاں چلے گئے جہاں سے کوئی واپس نہیں آیا ہے۔ اب ان کی خدمات، کارنامے، سرگرمیاں، تصانیف، قوم کو بنانے کی فکر و نظر اور ان کی حیات ہی ہمارے لئے قابلِ تقلید ہے۔

بلاشبہ مولانا اس صدی کے مجدد تھے، جن کی ذات گرامی سے دنیا حرارت اور روحانیت حاصل کرتی ہے اور جنھوں نے زندگی کے مختلف شعبوں میں بدعت، خرافات، حکومت کی بکواس اور دشمن کے کیمپ سے اٹھنے والے فتنوں کا خاتمہ کیا۔ پرسنل لاء بورڈ کی کامیاب قیادت فرمائی اور حکومت کو سرنگوں کرکے چھوڑا۔ ندوۃ العلماء پر یلغار کی تو حکومت کو معافی مانگنے پر مجبور کیا۔ ان کے گھر پر قتل کی نیت سے کچھ لوگوں نے حملہ کیا تو مولانا نے اس کا بھی دنداں شکن جواب دیا۔ آج دنیا سے وہ رخصت ہوا جو پوری ملت کا ہمدرد تھا، ہاں جس کی ذات پوری ملتِ اسلامیہ اور عالم اسلام کیلئے امام اور قبلہ نما تھی جس نے تقریروں کے ذریعہ دل کی تاریکیوں کو دور کیا ہے تو اپنی سینکڑوں تصنیفات سے انسانی قلب و ضمیر کو روشن کیا۔ وہ اپنے اسلاف کی جیتی جاگتی تصویر تھے

حضرت مولانا تمام علماء شیوخ اور تعلیم یافتہ حلقے کے مسلم امام اور قائد تھے۔ خدا نے ان کی زبان میں ایسی بلا کی تاثیر رکھی تھی کہ جب کسی مسئلہ میں اجلاس کے اندر انتشار نظر آتا تو چند جملوں میں اسے دور فرما دیتے۔ بے نیازی اور استغناء کا یہ عالم تھا کہ بڑی بڑی پیش کش رد کر دیتے یا ضرورت مند اداروں کو تقسیم کر دیتے تھے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ جشن صد سالہ میں کسی نے کہہ دیا تھا کہ آپ نے عرب سربراہوں کو روپیوں کے لئے بلایا، اس پر مولانا نے برہم ہوکر فرمایا۔ ہمارے بارے میں یہ سوچنا غلط ہے، یہ سونے کی چڑیا ہیں۔ آج ہیں کل اڑ جائیں گی ہم تو چار چار آنے کے لئے آپ کے در پر پسار یں گے، پھر یہ اشعار پڑھے ؎

کرم تیرا کہ بے جوہر نہیں میں
غلامِ طغرل و سنجر نہیں میں
جہاں بینی مری فطرت ہے لیکن
کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

سعودیہ، دبئی کی حکومتوں نے مولانا علی میاںؒ کی خدمات پر کروڑوں روپیہ ایوارڈ میں دیا تھا۔ تو مولانا نے اسے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا۔ اپنی ذات پر صرف نہیں کیا۔ اور اپنی ذاتی رقم ضرورتمندوں کو دیتے رہنا مولانا کا معمول تھا۔ مولانا کا دسترخوان اتنا وسیع تر تھا کہ ہر وقت کھانے پر پندرہ بیس آدمی رہتے تھے۔ اور خود ان کے ساتھ بیٹھ کر کھایا کرتے۔

حضرت مولانا کو خدا نے دردِ دل کے واسطے پیدا کیا تھا۔ سب کی خبر گیری ان کی طبیعت ثانیہ تھی۔ اس ناتوانی اور ضعف پیری میں ملت کی خبر گیری کے لئے عرب اور مغربی دنیا کا سفر جاری تھا۔ جب حد سے زیادہ بڑھا تو ابھی چند ماہ پہلے فالج ہو جانے کی وجہ سے سفر بند ہو گیا مولانا جن جن اوصاف کے حامل تھے اپنی بصیرت سے انھوں نے ایسے فرزند تیار کئے، مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی مولانا عبداللہ عباس ندوی، مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی جیسے علماء کو نمونے کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ جو مولانا کے نقش قدم پر گامزن ہیں مولانا اگرچہ لاولد تھے، لیکن روحانی اولاد ہزاروں کی تعداد میں ملک اور بیرون ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جو مولانا کے کاز اور مشن کو زندہ رکھیں گے

حضرت مولانا خورد و کلاں سب سے یکساں محبت کرتے تھے۔ میں ندوہ کی مجلسِ منتظمہ کے اجلاس میں پہونچتا تھا تو بطورِ خاص مجلسوں اور دسترخوان پر اپنے بازو میں بٹھاتے تھے جو ذرہ نوازی کی دلیل ہے

مولانا کی مدرسہ "ملت" میں تاریخی تشریف آوری نہیں بھلا سکتا "مدرسہ ملت" کا آغاز تھا چند سال "ملت" کے قیام کے گذرے ہوں گے۔ ہم لوگ زیر تعلیم تھے۔ مولانا نے ہم سے عربی میں سوالات کئے اور بہت متأثر ہوئے۔ اور نعمانی صاحب کے قائم کردہ النادی العربی کی ندوہ میں بھی عربی کلب قائم کیا۔ اور اسی وقت سے انہوں نے بانیٔ ملت مولانا عبدالحمید نعمانی کو مجلس شوریٰ کا رکن نامزد کیا۔ اور بڑی اہم بات یہ ہے کہ اپنا چھوٹا کتابچہ "علی شاطیٔ النجاۃ" مولانا کے بیداری پریس سے چھپوایا۔ اور مختارات کی اشاعت کی خواہش بھی کی۔ یہ مولانا کے نعمانی صاحب سے روابط کی بڑی کڑی ہے، مولانا بیک وقت ندوہ کے ناظمِ اعلیٰ دینی تعلیمی کونسل کے صدر، مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر ملی کونسل کے جہاں سرپرست تھے وہیں علی گڈھ دیو بند، جامعہ ملیہ اور دارالمصنفین کے ذمہ دار بھی تھے۔ ادارہ تحقیق و تالیف ان کی قائم کردہ خاص یادگار ہے جہاں سے سینکڑوں قابل اور وقیع کتابیں شائع ہوئیں۔ مولانا موصوف بیک وقت ملک بھر کے ہزاروں مدرسوں کے روحِ رواں۔ اور سرپرست تھے۔ نازک وقت میں علماء کی رہنمائی کرنا ان کی کتابِ زندگی کا روشن باب تھا۔

حضرت مولانا کی زندگی کا شاہکار وہ جرأتمندانہ اقدام ہے جس کے ذریعہ حکومت کو نشانہ بنا کر ملت کو بڑی آزمائش سے نجات دلانا حکومت سرسوتی دیوی کی وندنا اور وندے ماترم جیسے شرکیہ امور کو مسلمانوں پر لادنا چاہتی تھی مولانا نے دو ٹوک لہجہ میں فرمایا کہ حکومت یاد رکھے۔ اگر کوئی بل لائے گی تو ہم اپنے بچوں کو عصری تعلیم گاہوں سے نکال لیں گے۔ اس وقت حکومت دھمکی دیتی ہے۔ لیکن مولانا اپنے مشن سے باز نہیں آئے۔ شاہ بانو کا قضیہ ملت کے لئے چیلنج تھا۔ مولانا نے اس وقت فرمایا تھا کہ مذہب ہمارا تشخص ہے۔ مسلم لاء خدا کا عطا کیا ہوا قانون ہے۔ اگر اس میں مداخلت کی گئی تو اندرا سرکار آندھی کی زد میں بھسم ہو جائے گی۔ چنانچہ اندرا سرکار کا خاتمہ ہو گیا۔ اور اس کے بعد راجیو گاندھی کو بل واپس لینا پڑا۔ ایسی جرأت اور حق گوئی کی مثال اب کہاں ملے گی اس یتیم ملت کو اب ایسا حق پسند حق پرست قائد عطا فرمائے جو سفینۂ ملت کو اپنی بصیرت سے ساحلِ بکنار کرتا رہے، تصنیفات کی دنیا میں مولانا نے جو کتابیں ورثے کے طور پر چھوڑی ہیں لائبریریاں اور کتب خانے اس کے بغیر ناقص ہیں۔

ایک اور مناسبت سے حضرت مولانا معہد ملت تشریف لائے۔ بخاری شریف کا افتتاح فرمایا۔ مولانا کی حدیث پر نکتہ سنجی بصیرت افروز تشریح کے موتی بکھیرے، اس روز اندازہ ہوا کہ مولانا کی حدیث پر بھی گہری نظر ہے، عربی ادبیات کے وہ تو امام تھے۔ ایسی شستہ عربی بولتے تھے کہ عرب علماء دنگ رہ جاتے تھے، تقریباً نصف صدی سے زائد آسمان دنیا کو علم کی روشنی بخشنے والا یہ مجاہد تھک چکا تھا ضعف پیری کی وجہ سے آرام کی ضرورت تھی لیکن وہاں آرام کا تصور کہاں تھا۔ آخر کار فالج کے جان لیوا مرض نے مولانا کو ہم سے جدا کر دیا۔ للہ الأمر من قبل ومن بعد

خدا نے مولانا کو غضب کا قوی حافظہ عطا فرمایا تھا۔ جب کسی مجلس میں گفتگو فرماتے تو اسلامی و غیر اسلامی تاریخ کے انمول گوشے بیان فرماتے کہ تاریخ کا طالب علم عش عش کرنے لگتا۔ کتب تاریخ کی پوری عبارت مولانا کو ازبر یاد تھی۔ وہ اپنی ذات سے انجمن تھے جہاں تشنگانِ علوم کا لشکر آراستہ ہوتا۔ وہ معارف کے بے نظیر کہکشاں تھے، زمانہ جس سے ظلمتوں میں راہ پاتا تھا شعر و سخن کے وہ امام تھے اگرچہ شاعر نہیں تھے۔ لیکن عارفِ مشرق علامہ اقبال کے ہزاروں اشعار زبان زد تھے، جنہیں اپنی تقریروں میں برملا فرماتے تھے، کبھی کبھی ایسے اشعار استدلال کے طور پر پڑھتے تھے جس کو ہم نے کبھی نہیں سنا ہے۔ ان کی بصیرت نے ندوہ کو ترقی کے اس مقام پر پہنچا دیا کہ بیرونی دنیا، سنگاپور، ملایا، برما، پاکستان، ترکستان بخارا، مصر اور عرب کے تشنگانِ علم کشاں کشاں آتے تھے غرض کہ وہ مجموعہ کمالات تھے، جسے مختصر سے مقالہ میں یکجا کرنا ممکن نہیں ہے۔ ان کی تصانیف "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" "سیرت سید احمد شہیدؒ"، "تاریخ دعوت و عزیمت" بہت زیادہ مقبول ہوئی دسیوں زبان میں شائع ہوئی، مولانا رابطہ اسلامی کے بڑے اہم

(باقی ص ۴۴ پر)

(دوسری و آخری قسط)

اقبال کا تصورِ توحید

محمد لطیف میر

آج کے جدید دور کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ سیاست اور دنیا دو الگ الگ خانوں میں بٹ چکے ہیں۔ دنیا کے نام نہاد اربابِ سیاست اور خواجگی کے علمبرداروں نے اپنے جدید ترین نظریاتِ باطلہ کے تحت "ذاتِ بے ہمتا" کی حکمرانی سے یکسر انحراف کر لیا ہے۔ "خواجگی" کے اس عمل کی مسلمانوں نے بھی اسی نظریے کی پیروی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدائے مطلق کی حکمرانی اور حاکمیت سے یکسر انحراف نے مسلمانوں کے اندر سے خالص عقیدہ "توحید" کو نکال دیا ہے۔ ترکی جو کل تک خلافتِ عثمانیہ کے پرچم تلے تھا آج آزاد ہو کر خواجگی کے زیرِ اثر سیاست کو فروغ دے رہا ہے۔ آج پوری ملتِ اسلامیہ اسی رنگ میں رنگ چکی ہے۔ پاکستان ہو کہ بنگلہ دیش، ترکی ہو کہ انڈونیشیا، مصر ہو کہ شام، عراق ہو کہ ایران ہر جگہ آج ذاتِ بے ہمتا کی سروری اور حکمرانی کو تسلیم کرنے سے انکار کیا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج پوری دنیا میں ملتِ اسلامیہ کا شیرازہ بکھر رہا ہے۔ ہر ایک مغربی آقاؤں کی غلامی اور احسانات تلے کچلا جا رہا ہے۔ اقبال صاحب نے اہلِ مشرق کو مغرب کے احسانات اٹھانے سے باز رہنے کی تلقین کی ہے ؎

اٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احسان
سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر

اقبال کے نزدیک سیاست دین کی لونڈی ہے نہ کہ کوئی علاحدہ چیز۔ دین جو کہ مکمل طریقِ حیات ہے، اس کے قوانین و ضوابط ہی سے سیاست اور دوسرے تصورات کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ وہی پوری زندگی کو محیط ہے۔ زندگی کے تمام شعبہ جات اس کے تحت معرضِ وجود میں آتے ہیں۔ پیدا ہونے سے لے کر موت تک دین ہر موڑ پر زندگی کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس ضمن میں اقبال اپنے ایک خط میں خان نیاز الدین خاں کو لکھتے ہیں۔

"سیاست مسلمانوں میں کوئی علاحدہ شے نہیں بلکہ خالص مذہبی نکتۂ خیال سے کچھ شے ہی نہیں اور اگر کچھ ہے تو مذہب کی لونڈی ہے۔"
(مکتوب مورخہ ۴، نومبر ۱۹۱۷ء)

اقبال کے نزدیک آج مسلمانوں نے بھی "تہذیبِ نوی" کے زیرِ اثر اپنا اپنا حرم تعمیر کر لیا ہے۔ لیکن تہذیبِ نوی کا یہ تراشیدہ بت غارت گر کاشانۂ دینِ نبوی ثابت ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے اس دور میں کہیں وحدت کا عملی چلن نہیں۔ تہذیبِ حاضر کا تراشیدہ بت یا دیوتا وطن ہے جس کے تصور نے قوموں میں امتیاز پیدا کر دیا ہے۔ وطنیت کے تصور نے توحید کے تصورِ خالص پر کاری ضرب لگائی۔ انھوں نے یوں واضح کیا ہے ؎

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

اقبال ملتِ اسلامیہ کے نوجوانوں کو دعوت دیتے ہیں کہ نظارۂ دیرینہ ایک بار پھر زمانے کو دکھادو چونکہ "نظارۂ دیرینہ" تصوراتِ باطلہ سے یکسر پاک ہے اور اس کا بازو توحید کی قوت سے قوی ہے۔ دنیا کی کوئی بھی طاقت اس کے قویٰ کو مضمحل نہیں کر سکتی ؎

نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملا دے

نظارۂ دیرینہ سے مراد صدرِ اول یعنی دورِ خلافتِ راشدہ کو پھر سے زندہ کرنا ہے اور موجودہ زندگی کے سارے نظاموں کو اس کے مطابق ڈھالنا ہے۔ مبادیاتِ سیاست اور حکومت کی اصل وہی خلافتِ راشدہ ہے جہاں پورا نظامِ زندگی دوئی کے عمل سے یکسر پاک تھا۔ توحید کی حقیقت اور شعور، عرفان اور آگہی نے مردانِ حق اور غازیانِ اسلام کو بے پناہ کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مردانِ حق اور غازیانِ اسلام نے دنیا کے طول و عرض میں کلمۃ الحق کی صدائے حق و صداقت کو بلند کیا۔ قیصر و کسریٰ کے در و بام کو ہلا دیا۔ طاغوتی اور باطل طاقتوں اور ان کے آقاؤں کی بساط پلٹ دی۔ اقبال نے "شکوہ" میں ان مردانِ حق کے کارناموں کو واضح کیا ؎

کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدۂ ایراں کو؟
کس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزداں کو؟

یہ اس توحید کے خالص تصور کا کمال تھا کہ جس طرف بھی مردانِ حق اپنا رخ کرتے تھے صنم کدے اور بت کدے کانپ اٹھتے تھے۔ تکبیر کی صدائے مسلسل نے پہاڑوں میں خارا شگافی کا عمل پیدا کر دیا۔ نکتۂ "لا الٰہ" نے ان کے اندر جمال اور جلال کے عناصرِ جلیلہ و جمیلہ پیدا کر دیے۔ یہ ان کے جلال کا نتیجہ تھا کہ صنم کدوں میں بت بھی "ھو اللّٰہ احد" کی صدائیں بلند کرنے پر مجبور ہوئے ؎

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
منہ کے بل گر کے ھو اللّٰہ احد کہتے تھے

"توحید" کا سب سے بڑا تقاضا زندگی کے تمام شعبوں میں خدا کے احکامات کے مطابق فیصلہ کرنا ہے۔ خدا کے قانون اور ضوابط کے مطابق دنیاوی کاروبار کو انجام دینا ہے۔ مردِ مومن کا اصل مقصد دنیا میں خدا کی حاکمیت اور فرماں روائی کو تسلیم کرنا اور پھر اس کو قائم کرنا ہے۔ قرآن حکیم کے الفاظ میں ؎

"اور بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ہیں کافر" (المائدہ۔۴۷)

"ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کرو اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو" (المائدہ۔۴۸)

اقبال چونکہ قرآن کو اپنا فکری سرچشمہ خیال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا پورا کلام اسی نکتہ کی تفسیر ہے۔ قرآن کریم ملتِ آدم، جمعیتِ آدم پر بہت زور دیتا ہے۔ قرآن کا اصل مقصد ہی وحدت کے نظام کو منزلِ مقصود تک پہونچانا ہے۔ قرآن اس کائنات میں SOVEREIGNTY ایک اللہ کے سوا کسی کو تسلیم نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی دوسرا ہو سکتا ہے۔ کائناتِ ارضی و سماوی کے تخلیق کرنے میں صرف ایک اللہ کا ہاتھ ہے وہی اس کا منتظم، فرماں روا، مالک اور بادشاہ ہے۔ اقبال موجودہ دور میں اسی نظامِ سیاست و حکومت اور نظامِ زندگی کے قائل ہیں۔ "خضرِ راہ" میں وہ اس حقیقت کو یوں واضح کرتے ہیں۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

اقبال کے نزدیک اس پورے نظام کا دارومدار نکتہ "لا الٰہ" پر منحصر ہے۔ ملتِ بیضا کی اساس "لا الٰہ" ہے۔ "لا الٰہ" ملت کا سرمایہ ہے۔ لا الٰہ احتسابِ کائنات ہے۔ زندگی اور کائنات کے سارے رموز و اسرار اسی میں پوشیدہ ہیں۔ ملتِ اسلامیہ کے نفوسِ قدسیہ جنھوں نے صدیوں سے ضلالت و گمراہی میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو کامیابی کی معراجِ کمال تک پہونچایا اور انسانیت کو تاریکی سے نکالا، انھوں نے توحید کے تصورِ حیات کو اپنی زندگی کا جزو بنا لیا تھا اور اس کے تقاضوں سے کما حقہ واقفیت حاصل کر چکے تھے۔ یہ توحید ہی کی کارفرمائیوں کا نتیجہ ہے کہ ملتِ اسلامیہ نے حق و صداقت، عدالت و شجاعت، امامت اور عبادات کا ایسا پاکیزہ نظامِ عمل پیش کیا کہ آج تک دنیا والے اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اقبال بھی اسلام کو بحیثیت ایک سیاسی، اجتماعی اور معاشرتی نظام کے دیکھتے ہیں۔

اقبال کے نزدیک اسلام ہی صرف ایک عملی طریقہ ہے جو اصولِ توحید کو انسانوں کی ذہنی اور جذباتی زندگی میں حرکت پیدا کر سکتا ہے۔ اس کا اصل مقصد بامطابہ خدا کے ساتھ مکمل وفاداری ہے۔ یہ وفاداری کا عنصر اس وقت تک معرضِ وجود میں نہیں آسکتا جب تک انسان کے قلب و ذہن میں توحیدِ خالص پیدا نہ ہو۔ جدید دور میں جب دنیا تصورِ توحید کے عمل سے نا آشنا ہوئی تو غیر مسلم تو درکنار مسلمان حکومتیں بھی ملوکیت، ملحدانہ اشتراکیت، سوشلزم اور فاشزم وغیرہ کی جانب مائل ہو گئیں۔ جس کی پاداش میں وہ آج ذلیل و رسوا ہیں۔

لہٰذا اقبال ملتِ اسلامیہ کو اپنی قیادت و پیشوائی کی پوزیشن حاصل کرنے کے لئے درس دیتے ہیں ؎

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ اقبال کا فکری سرچشمہ قرآن مقدس ہے۔ اقبال کا تصورِ توحید قرآن کا تصورِ توحید ہے۔ قرآن کی اساس بھی یہی توحید ہے۔ پورا قرآن اسی ایک نکتے کی جامع تفسیر ہے۔ زندگی کے تمام سوتے اسی سے پھوٹتے ہیں۔ قرآن ایک ہی خدا کو اس کائنات کا حاکمِ اعلیٰ قرار دیتا ہے۔ اس عمل کی دعوت دیتا ہے جس کا عملی نمونہ خود پیغمبرِ اسلام اور ان کی نگرانی میں تربیت پانے والے صحابۂ کرام ہیں جنھوں نے دنیا میں اس نظام کے ذریعہ حق و صداقت اور عدل و انصاف کا دور زندہ کر دیا۔ جنھوں نے باطل طاقتوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالا۔ قیصر و کسریٰ کے "بتانِ بے فیض" "بتانِ آزری" اور نظامِ باطلہ کے نظامِ کہن پر کاری ضربیں لگائیں۔

صدرِ اول میں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ نگرانی میں تربیت یافتہ مردانِ حق نے اعلائے کلمۃ الحق کو بنی نوعِ انسان تک پہونچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ وہ صبح و شام اس عمل میں سرگرمِ عمل رہے۔ وہ اس حقیقت سے روشناس ہو چکے تھے کہ انسان کا اصل مقصد اعلائے کلمۃ الحق ہے جو کہ انسانیت کے لئے ازلی و ابدی روشنی ہے۔ اقبال نے ان کے اس عمل کو "شکوہ" میں یوں واضح کیا ہے ؎

محفلِ کون و مکاں میں سحر و شام پھرے
مئے توحید کو لے کر صفتِ جام پھرے
کوہ میں دشت میں لے کر ترا پیغام پھرے
اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے

لیکن جدید دور میں مغربیت کے اثر نے ملتِ اسلامیہ کے اس عمل کو کمزور کر دیا اور اس کا اثر زائل ہو گیا۔ یہ توحیدِ خالص کبھی ایک پورا نظامِ زندگی تھا، سوچ و فکر کی اساس تھی، زندگی کا پاسباں تھا، فرد و ملت کی بقا کا ضامن تھا۔ مگر آج صرف ایک مسئلۂ علم الکلام ہے۔ یہی توحید کبھی دنیا میں ایک زندہ قوت تھی۔ پوری زندگی کی آبرو اسی کے دم سے قائم تھی۔ حرکت و عمل کا اصل راز یہی توحید تھا۔ آج نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر مسلمان اس زندہ قوت سے عاری ہیں۔

اکبر الہ آبادی مغربی انداز کی درسگاہوں اور دانش گاہوں سے تعبیر کرتے ہوئے کہتے ہیں ؎

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

آج کے جدید دور میں یورپ کے نظام تعلیم کا زبردست چرچا ہے۔ اس نظام تعلیم کو مسلمان بھی اپنے لئے باعث رحمت خیال کرتے ہیں بجائے اس کے کہ اپنا اسلامی نظام تعلیم مرتب کریں اور یورپ کے لادین نظام تعلیم سے اسلامی نوجوانوں کے قلب و ذہن کو محفوظ رکھیں۔ مسلمان خود اس روش میں بہہ رہے ہیں۔ عرب ہو یا کہ عجم ہر جگہ یورپ کے اس جان لیوا نظام تعلیم نے اپنے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں۔ برا ہو اس نظام تعلیم کا جس نے انسانوں کے اندر سے انسانیت کو نکال دیا ہے اور مسلمانوں کو جو انسانیت کے داعی تھے راکھ کا ڈھیر بنا دیا ہے۔ جب تک مسلمان توحید خالص کا پاس کرتے رہے، خودی کی نگہبانی ہوتی رہی تب تک میر کارواں بن کر رہے پوری دنیا ان کے زیر سایہ رہی۔ مشرق اور مغرب میں ان ہی کا بول بالا رہا۔ دنیا میں کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو ان کے بڑھتے ہوئے سیل رواں کو روکے مگر آج وہ یورپ کے دست نگر بن کر رہ گئے ہیں بلکہ ان کی حیثیت ان یتیموں کی ہوگئی ہے جو کسی کمینہ کے دسترخوان پر بھونچ گئے ہوں اقبالؔ کے نزدیک مسلمانوں کی کامیابی، سربلندی اور سرفرازی صرف اور صرف "نکتہ لاالٰہ" میں ہے۔ مسلمانوں کی زبوں حالی، پریشانی، بے راہ روی، ذہنی و قلبی، عملی جمود اور دوسرے تمام معاشرتی، معاشی اور سیاسی مسائل کا حل اس "نکتہ لاالٰہ" میں پوشیدہ ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب مسلمان کے قلب پر نزول کتاب کا عمل جاری ہوگا۔

اقبالؔ توحید اس خالص اور جلالی تصور کے قائل ہیں جس کے سامنے "بتانِ بے فیض" صنم کدوں میں گر کر "ہو اللہ احد" کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ توحید کے اس جمالی اور جلالی تصور نے اقبال کے کلام میں ایک پورا نظام قائم کیا ہے، ان کا کلام توحید کے تصور جلال و جمال سے لبریز ہے۔ اس سے اتنوں کا جلال اور جمال ظاہر ہوتا ہے، مومن خدا کے جمال کا مظہر ہے جب کہ کافر خدا کے جلال کا۔ اقبالؔ کے نزدیک اگر "لا" الّا سے بیگانہ ہو جائے تو اتنوں کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔ الّا کے بغیر "لا" ہمیشہ وادیٔ کفر و ضلالت اور ظلمت کی تاریک گھاٹیوں میں سرگرداں رہتا ہے۔ جبکہ الّا انسانیت کے لئے عرفان کی کشادہ راہیں کھول دیتا ہے۔ کلمۂ توحید جلال و جمال کی مکمل تفسیر ہے ؎

نکتہ می گویم از مردان حال
امتاں را لا جلال الّا جمال
لا و الّا ساز و برگ امتاں
نفی بے اثبات مرگ امتاں

اقبالؔ کے نزدیک حکمت کلیمی اور حکمت فرعونی میں "لا" اور "الّا" کا فرق ہے۔ حکمتِ کلیمی کا مقصود خدا کی مکمل اطاعت ہے۔ حاکمیت، ربوبیت، ملکیت، فرماں روائی۔ صرف ذات بے ہمتا کو زیبا ہے۔ حکمتِ کلیمی کا مقصود خدا کی مکمل اطاعت ہے۔ کے علاوہ کہیں دوسرے نظام حکومت یا معاشرت کو قبول نہیں کرتی۔ اس کے برعکس حکمت فرعونی سرکشی، تخریب کاری و تباہ کاری، جور و استبداد تکبر و غرور، شکم پروری اور خوف مرگ کا نام ہے۔ اقبال نے توحید کے اسی عنصر کو اپنی کتاب "ضرب کلیم" میں تفصیل سے اور مدلل بیان کیا ہے۔ یہ کتاب اپنے اندر ضرب کلیمی کی شان رکھتی ہے اور جدید دور کی فرعونیت کے خلاف اعلانِ جنگ کرتی ہے۔

الغرض یہ کہ اقبال کے نزدیک پیغمبر اسلام کا اسوۂ حسنہ ہی توحید کی مکمل اور جامع کتاب ہے۔ خلافتِ راشدہ پیغمبرانہ تصور توحید کی تکمیل کا دوسرا نام ہے۔ اس کا کام صرف ملک کا نظم و نسق چلانا، امن قائم کرنا اور سرحدوں کی حفاظت کرنا ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں معلم، مربی، اور مرشد کے تمام فرائض انجام دینا ہے۔ اقبال کا خیال ہے کہ موجودہ دور میں مسلمانوں کے اندر پیدا ہوئی اخلاقی اور علمی و فکری خرابیوں کا سد باب "توحید خالص" کے تصور ہی سے ہو سکتا ہے۔

ضروری اعلان

دارالعلوم ندوۃ العلماء کا ترجمان پندرہ روزہ تعمیرِ حیات اب انٹرنیٹ پر دستیاب ہے، اور ای میل کا پتہ بھی درج ہے۔

نوٹ:- جو حضرات تعمیرِ حیات کے ذریعہ انٹرنیٹ پر اپنا اشتہار دینا چاہتے ہیں ان کو تعمیرِ حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر ٨٠ روپئے کے حساب سے بل ادا کرنا ہوگا۔ اطلاع ملنے کے بعد ہی ان کا اشتہار انٹرنیٹ پر دیا جا سکے گا۔

Internet Wedsite: http://nadwa.virtualave.net
e-mail address: airp@lw1.vsnl.net.in

منتخب

عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● سعودی سفیر برائے اٹلی نے رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی جانب سے منعقد بین الاقوامی سیمینار برائے "حقوق انسانی اور اسلام" کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام نے انسانی حقوق کی ضمانت دی ہے جس کا اصل مقصد انسان کو معاشرہ میں باعزت مقام دلانا ہے اور ظلم و زیادتی کرنے والوں کو روکنا ہے تاکہ ہر انسان امن و چین سے زندگی گذار سکے۔

● روسی سیکورٹی کونسل کے سکریٹری سرگئی ایوانوف کے مطابق روس کی آبادی میں اگلے پچاس برسوں میں ۳۰ ملین لوگوں کی کمی ہو جائے گی۔ پچھلے سال روس کی آبادی میں (۷٨٠٠٠٠) کی کمی ہوئی اس آبادی کی کمی کی شرح کا سب سے زیادہ اثر افواج پر پڑے گا وہاں کے ماہرین اس کمی کو بڑھتی ہوئی شرح موت، گرتی ہوئی شرح پیدائش، صحت عامہ کی سہولیات کی کمی اور شراب نوشی کی کثرت کو قرار دیا ہے، ماہرین کا خیال ہے کہ کسی بھی ملک کی آبادی کو ایک شرح پر برقرار رکھنے کے لئے ۲ء۱ کی شرح پیدائش ضروری ہے لیکن یہ شرح روس میں ۲۸ء۱ ہے جس کی وجہ سے آنے والے ۵٠ برسوں میں وہاں کام کرنے والوں کا زبردست بحران واقع ہوگا۔

آج کل مسلم ممالک اور عام ترقی پذیر ممالک میں آبادی کے اضافہ پر کنٹرول کرنے کے لئے مغربی ممالک جتنی مدد دے رہے ہیں اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ان ممالک کے پاس آبادی کی شکل میں جو سرمایہ ہے اسے بے اثر اور کم کیا جائے اب سے زیادہ جرمنی، انگلینڈ، فرانس اور امریکہ کو خطرہ ہے کہ آنے والے دنوں میں ہماری آبادی کم ہو جائے گی اور غیر ملکی تارکین وطن کی تعداد زیادہ ہو کر اکثریت میں آجائے گی اور ہم خود اپنے ملک میں اقلیت میں رہ جائیں گے۔ (دی ہندو۔ ۲۱ر مارچ ٢٠٠٠ء)

● یوکرین مشرقی یورپ میں واقع ہے جہاں کی آبادی پانچ کروڑ سے زائد ہے اس کی مشرقی سرحد روس سے ملتی ہے اور مغرب میں چیکوسلواکیہ واقع ہے اس کا رقبہ چھ لاکھ تین ہزار سات سو مربع کلو میٹر ہے۔ ۲۴ر اگست ١٩٩١ء کے اعلان آزادی کے بعد ایک خود مختار ریاست کے طور پر ابھرا ہے ملک کا دوسرا بڑا مذہب اسلام اور مسلمان سب سے بڑی اقلیت ہیں، مسلمانوں کی آبادی ۳٠ لاکھ کے قریب ہے۔

آزادی کے بعد یوکرین کے مسلمانوں نے اپنے آپ کو منظم کیا جس کے نتیجہ میں نہ صرف مسلمانوں کو مذہبی آزادی دی گئی بلکہ کمیونسٹ دور کے غصب شدہ مدارس اور مساجد بھی مسلمانوں کے حوالہ کر دی گئیں اور پہلی مرتبہ ١٩٩٨ء میں مسلمانوں نے حزب اسلامی یوکرین کے پلیٹ فارم سے انتخاب میں حصہ لیا۔ مسلمانوں نے اپنی ذاتی کوشش سے ایک اسلامی مرکز دارالحکومت میں قائم کیا ہے جس کے ذریعہ غیر مسلموں کو اسلام کے بارے میں اچھی معلومات فراہم کی جاتی ہیں اسی طرح مرکز خواتین کے ذریعہ دعوت کا کام ہو رہا ہے اس میں عرب نوجوانوں کی بیویاں اور تاتاری مسلم خواتین اپنا تعاون دے رہی ہیں۔

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔ ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔

فون: ٥-۲۲۲٤۵

محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر

ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی

آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

مطالعے کی میز پر

تبصرے کے لئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب : سلسبیل
شاعر : تابش مہندی
صفحات : ۱۱۲، سائز ۱۸×۲۲، قیمت : ۶۰/- روپے
خوبصورت ٹائٹل، عمدہ کاغذ، دیدہ زیب کتابت
ملنے کا پتہ : مرکزی اسلامی پبلشرز دعوت نگر ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر نئی دہلی۔

ڈاکٹر تابش مہندی صاحب ایک اچھے خوش فکر اور نعت گو شاعر ہیں سلسبیل ان کے نعتوں کا شاندار مجموعہ کلام ہے۔

نعت اگر سادہ لفظوں میں اظہار عقیدت ہی میں کہی جائے تب بھی اس کی قدر و قیمت ہے، لیکن اگر یہ اظہار عقیدت علم و تحقیق، سلیقہ و تہذیب، مقام نبوت کے عرفان کے ساتھ ہو، خیالات وجذبات کوثر و تسنیم میں نہائے ہوئے ہوں، زبان و بیان میں سلاست و روانی، حسن و دلکشی اور شیرینی و حلاوت ہو اور سب بڑھ کر نعت میں اگر عبدیت والوہیت کا امتیاز اور توحید و رسالت کی عظمت و جلالت کا صحیح شعور کا پاس و لحاظ ہو، افراط و تفریط سے پاک ہو اور نعت رسولؐ کے ساتھ ساتھ اس میں منقبت صحابہؓ بھی شامل ہو تو اس کی قدر و قیمت میں بے انتہا اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ عند الناس اور عند اللہ مقبول بھی ہوتی ہے۔ اس مجموعہ میں یہ جواہرات ہر طرف بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں جن کی آب و تاب نظر کو شادابی اور دل کو نور و سرور بخشتی ہے۔

تابش صاحب کی شاعری کا ایک قابل ذکر پہلو یہ بھی ہے کہ وہ زمینوں کا انتخاب لفظوں کی نشست اور مصرعوں کے دروبست کا بڑا اچھا سلیقہ رکھتے ہیں۔

سلسبیل میں نعتوں کے علاوہ تین حمد اور چودہ مناقب بھی شامل ہیں، اس طرح تابش صاحب نے اللہ رب العالمین کی حمد و ثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح اور صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفاء راشدین کی منقبت بیان کر کے اپنے کو مستحق اجر و ثواب بنالیا ہے۔

بطور نمونہ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

حمد :-

زمین تیری ہے اور آسمان تیرا ہے
مکان تیرا ہے اور لامکان تیرا ہے
شجر حجر ہیں تیری کبریائی کے مظہر
ہر ایک برگ و ثمر میں نشان تیرا ہے

نعت :-

میں مدح کر رہا تھا رسولؐ انامؐ کی
خوشبو بکھر رہی تھی درود و سلام کی
ہر سو رواں ہے چشمہ فیضانِ مصطفےٰ
تخصیص مِصر کی ہے عرب کی نہ شام کی

منقبت :-

پڑھوں گا جب ابوبکرؓ و عمرؓ کی سیرت اقدس
بڑھے گی دست فکر و نظر آہستہ آہستہ
کوئی دیکھے بقدر حضرت عثمانؓ و حیدرؓ کا
میسر ہوگئی لخت جگر آہستہ آہستہ

یقین کامل ہے کہ تابش صاحب کا یہ خوبصورت مجموعہ کلام علمی اور ادبی حلقوں میں ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا اور عاشقین رسولؐ کے دلوں کو حلاوت و جلا بخشے گا۔

نام کتاب : آئینۂ ہجری
مرتب : سید نور الدین
قیمت : 25/- روپے
ملنے کا پتہ : مکتبہ حرمین مرکز والی مسجد امین آباد لکھنؤ

قدیم زمانہ سے یہ سلسلہ چلا آرہا ہے کہ دنیا کی تمام قومیں اپنے شب و روز اور زندگی کے اہم واقعات کو حوادثات کے حوالے سے درج کرتی تھیں چنانچہ سنہ عیسوی کو حضرت عیسیٰؑ سے موسوم کر دیا گیا اور سنہ ہجری کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ سے مدینہ کی ہجرت سے موسوم کر دیا گیا۔

انگلستان میں تقویم کا رواج عہد قدیم سے تھا، بعد میں تبدیلی کے ساتھ ۱۴ر ستمبر ۱۷۵۲ء مطابق ۴ر ذی قعدہ ۱۱۶۵ھ کو گیگورین کلنڈر کی صورت میں ہمارے سامنے آیا اور آج تک رائج ہے

دشواری یہ ہوتی تھی کہ کسی شخص کی پیدائش ہجری میں درج ہوتی تھی اور وفات عیسوی میں درج رہتی تھی اس صورتحال کو عام پڑھنے والا سمجھ نہیں پاتا تھا اس میں جو دشواریاں آتی تھیں اس سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔ اس کمی کو کانپور کے ماہر ریاضی داں سید نور الدین صاحب (M.S.C ریاضی) نے محسوس کیا اور اپنی پانچ سالہ عرق ریزی کے بعد ایک کتاب اور چارٹ (قیمت بیس روپئے) تیار کیا جس کا نام "آئینہ ہجری" ہے جس میں یکم محرم سنہ ۱ھ سے یکم ۱۵۰۰ھ مطابق ۱۹ر جولائی ۶۲۲ء سے یکم ۲۸ر نومبر ۲۰۷۶ء تک کا

(باقی ص ۱۳ پر)

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س :- کیا امیر جماعت کثرت رائے یا قلت رائے کا پابند ہے یا نہیں؟

ج :- صورت مسئولہ میں امیر جماعت کثرت رائے کا پابند نہیں ہے وہ حق پر فیصلہ کریگا معاملات میں مشورہ ضرور کرنا چاہیئے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ (وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ) ان کے معاملات ان کے باہم مشورں سے طے ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام کی یہ محمود صفت تھی کہ وہ دینی امور میں باہم مشورہ کرکے فیصلہ کرتے تھے لیکن آپ کو معلوم ہوگا کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ نے جیش اسامہؓ کو مرتدین کے مقابلہ میں بھیجا جبکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اکثریت مخالفت کر رہی تھی زکوٰۃ کی وصولیابی میں بھی آپ نے کوئی نرمی نہیں برتی، جبکہ اکثر صحابہ کرام اس موقع پر نرمی کے خواہاں تھے۔

س :- کچھ لوگ نماز پڑھتے وقت پتلون کی مُہری کو نیچے سے موڑ لیتے ہیں کیا ایسا کرنا چاہیئے؟

ج :- ٹخنہ کے نیچے پتلون یا پائجامہ وغیرہ لٹکانا مکروہ تحریمی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں سخت وعید وارد ہے۔ عن عبد الله بن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم قال إن الذي يجر ثيابه من الخيلاء لا ينظر الله إليه يوم القيامة (مسلم ج ۲ ص ۱۹۲) لہٰذا ہر وقت پتلون یا پائجامہ ٹخنہ کے اوپر رکھنا چاہیئے۔ اور نماز کے وقت تو حکم میں اور زیادہ شدت ہو جائے گی۔ لہٰذا پتلون وغیرہ کی مہری موڑنا ہوگا تاکہ کراہت سے بچا جاسکے۔

س :- دو فرضوں کو ایک ہی نماز کے وقت میں سفر کی وجہ سے جمع کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ج :- نہیں، جمع نہیں کر سکتے ہیں۔ ہر نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا ہوگا حدیث شریف میں دوران سفر نماز جمع کرنے کا جو حکم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صورۃً جمع کر سکتا ہے مثلاً ظہر کو آخری وقت میں پڑھے اور عصر کو اول وقت میں۔ اس طرح دو نمازوں کے درمیان جمع ہو جائے گا۔ نیز ارشاد خداوندی ہے۔ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا۔

صاحب بدائع فرماتے ہیں: قال أصحابنا إنه لا يجوز الجمع بين فرضين في وقت أحدهما إلا بعرفة والمزدلفة الى أن قال ولا يجوز الجمع بعذر السفر والمطر جلد اول صفحہ ۳۲۷

نیز حضورؐ کا یہ ارشاد ہے: من جمع بين الصلوتين من غير عذر فقد أتى بابا من أبواب الكبائر (ترمذی ۱/۲۶)

س :- بہت سے لوگ، لکڑی، مٹی وغیرہ کے جاندار کی تصویر بنا کر بیچتے ہیں کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

ج :- جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے، خواہ لکڑی مٹی، لوہے، سونے وغیرہ کسی مادہ سے بنائی جائے تصویر بنانے والے کے لئے حدیث شریف میں سخت عذاب کی وعید ہے لہٰذا مذکورہ اشیاء کی تصویر بنانا اور اسے بیچنا شرعاً ناجائز ہوگا۔ اور اس سے کمائی گئی رقم حرام ہوگی۔

س :- خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

ج :- خودکشی کرنے والے مسلمان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اگرچہ خودکشی حرام ہے اور اس کا مرتکب گنہگار ہے اور اللہ کے نزدیک سخت سزا کا مستحق ہے۔

س :- پہلوان جب کشتی لڑتا ہے تو صرف لنگوٹ باندھ کر لڑتا ہے کیا اس کا یہ عمل جائز ہے نیز دوسرے لوگ ایسی کشتی دیکھ سکتے ہیں؟

ج :- پہلوان کا مذکور عمل ناجائز ہے نیز اسی طرح اسے دیکھنا بھی چونکہ ستر کھول کر کشتی لڑی جاتی ہے جائز نہ ہوگا۔

حاجی صاحب کے پرانی دکان
ناولٹی نقاب سینٹر
سعودی نقاب
ہمارے یہاں سعودی نقاب، جھبلے دار نقاب خیر واتی نقاب، اب آیا نقاب، دوپٹے دار نقاب گول رومال نقاب، تین کونہ نقاب، رومال نقاب کے علاوہ فینسی نقاب کے دوپٹے، چادریں، ڈھاٹا اور رنگین اسکارف وغیرہ رعایتی قیمت پر ہول سیل اور ریٹیل میں دستیاب ہیں۔
نوٹ :- آرڈر دینے پر بھی نقاب تیار کئے جاتے ہیں ایک بار تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں۔
فون نمبر 215298
ناولٹی نقاب سینٹر نظیر آباد لکھنؤ

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ پر کلکتہ میں سیمپوزیم

اور

خصوصی نمبر مجلہ کا رسم اجرا

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ کے نام سے موسوم ایک سیمپوزیم باب العلوم کے ۲۷ویں سالانہ جلسہ کے موقع پر ۲۸ اپریل ۲۰۰۰ء کو کلکتہ مسلم انسٹی ٹیوٹ ہال کلکتہ میں منعقد ہوا۔ جس کی صدارت سابق مہتمم مدرسہ عالیہ کلکتہ، مولانا ابو محفوظ الکریم معصومی نے فرمائی اور مہمانانِ گرامی کا تعارف اور سیمپوزیم کے مقاصد واغراض مولانا صباح اسمٰعیل ندوی نے بیان کئے اور دار العلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی نے افتتاحیہ کلمات سے نوازا۔

خطبۂ استقبالیہ میں باب العلوم کے ناظم اعلیٰ حافظ وقاری محمد اسمٰعیل ظفر صاحب نے حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کی شخصیت وخدمات کا اجمالی جائزہ لیتے ہوئے سرزمین کلکتہ سے مولانا مرحوم کے تعلقات اور دلی وابستگی کا ذکر کیا۔ انھوں نے کہا کہ مولانا کی تعلیمات وہدایات کو فروغ دینا، ہماری ذمہ داری ہے آنے والی نسلوں تک مولانا کے پیغامات پہنچانے کے لئے میں "علی میاں ندوی سوسائٹی" کے قیام کا ارادہ رکھتا ہوں، جس کے تحت باب العلوم مولانا مرحوم کے پیامِ انسانیت کے چراغ کو آب وتاب کے ساتھ روشن رکھے گا۔

جسٹس خواجہ محمد یوسف صاحب نے مغربی بنگال میں مسلمانوں کی تعلیمی زبوں حالی پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ یہاں کوئی معیاری اردو میڈیم اسکول نہیں ہے۔ یہاں کے مسلمانوں تک اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لئے اردو ایک اہم وسیلہ ہے انھوں نے کہا کہ مولانا علیہ الرحمہ کی بھی یہی خواہش تھی کہ یہاں کے مسلمان اردو کے ساتھ بنگلہ زبان میں ملکہ حاصل کریں اور اس زبان کو اسلامی افکار وخیالات سے مالا مال کریں۔

امیر جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال مولانا عبد الخالق ندوی نے مولانا علی میاںؒ کی رحلت کو دنیائے انسانیت کے لئے ایک عظیم خسارہ بتایا۔

سابق امیر جماعت اسلامی مغربی بنگال، جناب سید علی صاحب نے اس موقع پر فرمایا کہ مولانا کے ہاں خانقاہ اور جہاد کا عجیب امتزاج ہے اور یہی امتزاج مولانا کو شان امتیازی عطا کرتا ہے۔ اس نکتے کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے تعلق رکھنے والے مہمان مولانا محمد قیصر عزیز ہاشمی ندوی نے اور زیادہ واضح کیا اور کہا کہ آسمان ادب پر لاکھوں ستارے نمودار ہوئے اور ڈوب گئے، مورخوں کا کارواں آتا رہا اور جاتا رہا، مفکرین ودانشوروں کی بھی کمی نہیں، لیکن مولانا کو اس ہزاریے کا واحد مرد میدان قرار دینے کی واحد وجہ جو سمجھ میں آتی ہے وہ یہی ہے کہ مولانا نے علم کا رشتہ عمل سے نہایت خوش اسلوبی سے جوڑ دیا ہے۔

پروفیسر سلیمان خورشید صاحب نے مولانا کو تاریخ اسلام پر گہری بصیرت کا حامل بتایا اور کہا کہ مولانا نے اپنے تاریخی ادراک کا صحیح اور بروقت استعمال کیا۔ اور ہندوستانی وعالمی مسلمانوں کو وقت سے پہلے آنے والے مصائب سے نہ صرف آگاہ کیا بلکہ انہیں علمی طور پر ان سے نبرد آزما ہونے کے لئے تیار کیا۔ آزاد ہند کے مدیر جناب احمد سعید ملیح آبادی نے مسلم پرسنل لاء کے حوالے سے مولانا کی گرانقدر خدمات کا جائزہ لیا اور کہا کہ اس موقع پر مولانا نے جو اسلامی لہر پیدا کی تھی اور جو نیشنل ڈیبیٹ (CONVERSATION) کا سلسلہ شروع کیا تھا آج پھر سے وہی دینی لہر اور قومی افہام وتفہیم کا سلسلہ شروع ہو جائے تو ہندوستان میں اسلام کا بڑا کام ہو جائے۔

دار العلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی مدظلہ العالی نے کہا کہ مولانا کی پہلو دار شخصیت اپنے اندر ایک دعوت رکھتی ہے، آج علمی جدوجہد، فکری انقلاب اور نتیجہ خیز تگ ودو کی سخت ضرورت ہے مولانا علیہ الرحمہ اب نہیں رہے، لیکن ان کی دعوت وعزیمت کا وسیع خزانہ موجود ہے جس سے وقت وحالات کی نباضی آج بھی ممکن ہے۔ مولانا علیہ الرحمہ کی عظیم کامیابیوں کا راز ان کا متوازن فکر ہے اور یہی فکر اسلام اور مسلمانوں کی فلاح کا ذریعہ اور کامیابی وکامرانی کی کلید ہے، اسے ہاتھ سے جانے نہ دیجئے اور متحد ہو کر میدان عمل میں آگے بڑھیے۔ یہ مولانا کی تعلیمات کا خلاصہ ہے اور وقت کا تقاضا بھی۔

مولانا ابو محفوظ الکریم معصومی نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ مولانا کی تعلیمات کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر مولانا کا کام ان کی وفات کے ساتھ ختم ہو گیا۔ تو یہ اس دنیا کے لئے بڑی بدنصیبی کی بات ہوگی۔ مولانا علی میاںؒ آج بھی ہمارے قائد ہیں اور ہمیں ان کی تالیفات کی روشنی میں تیزی کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیئے۔ اس موقع پر باب العلوم نے ایک خصوصی اور یادگاری مجلہ "مولانا علی میاں ندویؒ نمبر" بھی شائع کیا، جس کی رسم اجرا صدر جلسہ نے کیا یہ مجلہ اپنے منتخب مضامین اور حضرت مولانا کی شخصیت اور ان کے اقوال واحوال کے لحاظ قابل قدر اور داد وتحسین کے لائق ہے اور اہل علم اور صاحبانِ قلم عوام وخواص سب کے لئے حضرت مولاناؒ کا ایک تحفہ ہے جسے حاصل کر کے ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے۔

یہ کامیاب سیمپوزیم مولانا صباح اسمٰعیل ندوی علیگ (مہتمم باب العلوم) کے اظہار تشکر اور صدر جلسہ کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔ (ادارہ)

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ پر

تعمیر حیات کا

خصوصی اور یادگاری نمبر

ادارہ تعمیر حیات کا سب سے قبل یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے سرپرست اور بزرگ ترین شخصیت حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ ناظم ندوۃ العلماء پر ایک یادگاری خصوصی اشاعت پیش کرے، وہ یہ فرض بہتر اور نہایت معیاری انداز سے پورا کرنا چاہتا ہے اس کے لئے کشادہ وقت درکار ہے اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے قریبی تعلق رکھنے اور ان کی شخصیت کے امتیازی پہلوؤں سے واقفیت رکھنے والوں کے تعاون کے ساتھ ہی یہ کام انجام دیا جا سکے گا۔

ادارہ تعمیر حیات نے اس سلسلہ کی ضروری کارروائی شروع کر دی ہے، اس سلسلہ میں ہمارے محبین واہل قلم کی طرف سے پسندیدگی ظاہر ہو رہی ہے ـــــ ہم امید کرتے ہیں کہ یہ کام نئے سال کی پہلی سہ ماہی میں مکمل ہو سکے گا۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ پر مختلف رسالوں کے نمبر نکلے ہیں اور نکل رہے ہیں، اس نمبر میں انشاء اللہ نئے مضامین کے ساتھ ساتھ دیگر خصوصی نمبروں میں شائع شدہ امتیازی مضامین کو بھی شامل کیا جائے گا۔

ـــــ ادارہ